ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

بانی

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول

مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر اعلیٰ

مجاہد الحسینی

زعیم انقلاب ◎ جمال عبدالناصر ◎

آئینہ دارِ کمال و مجمعِ خوبی گیا
عصرِ حاضر کا صلاحُ الدّین ایوبیؒ گیا

وہ کہ جس نے توڑ ڈالا تھا طلسمِ صابری
جس کی ہیبت سے لرزتے تھے بُتانِ آذری

جس نے اُلٹی تھی بساطِ سطوتِ شاہنشہی
عام کی جس نے متاعِ عظمتِ خود آگہی!

مصر کے اہلِ عزیمت ہیں ترے احسان مند
تُو نے طے کی منزلِ منصوبۂ اسوان بند

سامراجی طاقتوں سے تو رہا گرمِ ستیز
حل کیا ہے تُو نے ناصر! عقدۂ نہرِ سویز

اے زعیمِ خود شناس، اے قائدِ عالی نظر!
تیری جرأت نے کیا طاغوت کو زیر و زبر

سید سلیمان شاہد

ہدیہ ۲۵ پیسے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ، مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ -

(رواہ مسلم)

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے - کہ کوئی مسلمان شخص ایسا نہیں جو مرتا ہے پھر اس کے جنازے پر ایسے چالیس آدمی جمع ہو جائیں (نماز پڑھ لیں) جو اللہ رب العزت کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں - مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی سفارش اس جنازہ کے حق میں قبول فرماتا ہے -

عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ : كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا جَزَّأَهُمْ عَلَيْهَا ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ ثُمَّ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ فَقَدْ اَوْجَبَ - رواہ ابوداؤد والترمذی و قال حَدِيْثٌ حَسَنٌ -

ترجمہ : حضرت مرثد بن عبداللہ الیزنی رضی اللہ تعالیٰ نقل کرتے ہیں - کہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب جنازہ کی نماز پڑھتے اور آدمیوں کو کم سمجھتے تو (نماز) جنازہ کے لئے ان کی تین صفیں کر دیتے اور پھر فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس (مسلمان) پر تین صفیں نماز پڑھ لیں - تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے - امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اس روایت کو بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے -

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عوف بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ، وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ النَّارِ" حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتَ - رواہ مسلم -

ترجمہ : حضرت عبدالرحمٰن عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی - تو میں نے آپ کی دعا کو یاد رکھا اور آپ یہ دعا کر رہے تھے - اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما اور اس کو عافیت میں رکھ، اور اس سے درگزر فرما - اور جنت میں اس کو معزز جگہ عطا فرما - اور اس کی قبر کو کشادہ فرما اور دھو دے اس کی خطاؤں کو پانی، برف اور اولے سے اور اس کو گناہوں سے ایسا صاف کر دے جیسا کہ سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا جاتا ہے، اور اس کو اس کے گھر سے بہتر گھر عطا فرما اور اس کے اہل سے بہتر اس کو اہل عطا فرما - اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما، اور اس کو جنت میں داخل فرما اور اس کو عذاب قبر سے اور عذاب نار سے محفوظ رکھ (آمین) آپ نے ایسی دعا مانگی کہ میرے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ یہ میت میں ہوتا اور حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لئے یہ دعا فرماتے - (مسلم)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ قَتَادَةَ، وَاَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ الْاَشْهَلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ، وَاَبُوْهُ صَحَابِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ - رواہ الترمذی -

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اور ابراہیم الاشہلی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے (ان کے والد صحابی ہیں) نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک جنازہ کی نماز پڑھی تو اس پر یہ دعا پڑھی - کہ " اے اللہ! ہمارے زندوں اور مردوں کی بخشش فرما - اور ہمارے حاضر اور غائب کی بھی (مغفرت فرما)، ہمارے چھوٹے اور بڑوں کی بھی، اور ہمارے مردوں اور عورتوں کی بھی - اے اللہ! ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اسی کو اسلام پر زندہ رکھ، اور ہم میں سے جس کو تو وفات دے تو اسے ایمان پر وفات عطا کر، اے اللہ! ہم کو اس کے ثواب سے محروم نہ رکھ، اور اس کے مرنے کے بعد فتنہ میں مبتلا نہ کر - ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۷ر شعبان ۱۳۹۰ھ
۹ر اکتوبر ۱۹۷۰ء

جلد ۱۶
شمارہ ۲۱

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

فلیعش جمال عبدالناصر

الا لیمت من شاء بعدک انما
علیک من الاقدار کان حذاریا

اسلامی تاریخ کا دامن بہت سے المناک حادثات سے تار تار ہے لیکن بلا مبالغہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اپنے سیاسی پس منظر و پیش منظر کے اعتبار سے اور اپنے اثرات و عواقب کی رُو سے اسلام کی تیرہ سو سالہ تاریخ کا کوئی سانحہ اس المناک اور سنگین حادثہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو عالم اسلام کے بطل جلیل اور عرب قوم کے عظیم المرتبت قائد جمال عبدالناصر کی مرگِ مفاجات کی صورت میں رونما ہوا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

استعمار کا ازلی دشمن اور سامراج کا ابدی حریف جمال عبدالناصر ملت عربیہ اسلامیہ کا سہاگ تھا، وہ عربوں کی امنگوں اور آرزوؤں کا مرکز اور مسلمانانِ عالم کی تمناؤں اور امیدوں کا محور تھا اس کی ذات اسلام کا شعار بن گئی تھی اور یہ وہ شرف و اعزاز ہے جو تاریخ اسلامی میں بہت کم زعماء کو نصیب ہوا۔

عربوں کی تاریخ میں نازک ترین اور نہایت پُر آشوب دور میں جمال عبدالناصر کا یوں بھری بزم سے اچانک اُٹھ جانا ناقابل برداشت صدمہ ہے، ایک ایسا صدمہ جس کی شدت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور جس کی کسک آنے والی نسلیں بھی اسی طرح محسوس کریں گی جس طرح اس عہد کے لوگ محسوس کر رہے ہیں۔

آج امریکہ، برطانیہ، اسرائیل اور دیگر تمام استعماری قوتوں اور ان کے کاسہ لیسوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جل رہے ہوں گے کہ ان کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ دُور ہو گئی۔ اور ایک ایسی شخصیت رخصت ہو گئی جس کا عزم و ثبات اور جس کی جرأت و استقامت قدم قدم پر ان کی دسیسہ کاریوں کی راہ میں حائل ہوتی رہی اور جس نے پورے عالم اسلام میں بالعموم اور دنیائے عرب میں بالخصوص سامراجی عزائم کو خاک میں ملا کر رکھ دیا تھا اور رائے عامہ کے اندر ان کے خلاف نفرت و حقارت کی لہر دوڑا دی تھی۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جمال عبدالناصر کی موت ایک شخص یا ایک عہد کی موت نہیں ہے بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ سکراتِ موت میں مبتلا ہو گئی ہے ؎

فما کان قیس ہلکہ ہلک واحد
ولکنہ بنیان قوم تہدما

جمال عبدالناصر کی موت کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ وہ ایک ایسے وقت میں عربوں کو اپنی قیادت سے محروم کر گئے جبکہ ابھی عالم عرب کی تعمیر نو کا مرحلہ درپیش تھا اور ۱۹۶۷ء کی شکست کی تلافی کے لئے حالات ایک نیا رُخ اختیار کر رہے تھے اور یہ توقع کی جا رہی تھی کہ عرب قوم اس بے مثال قائد کی عظیم الشان قیادت میں اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرے گی۔

عربوں میں جمال عبدالناصر کو غیر معمولی مقبولیت بلکہ صحیح معنوں میں محبوبیت کا جو مقام حاصل تھا اس کی نظیر بھی پچھلی کئی صدیوں میں ناپید ہے۔

شام ہو یا عراق، مصر ہو یا حجاز، اردن ہو یا الجزائر، مراکش ہو یا تیونس، یمن ہو یا کویت ہر جگہ ایک ہی نعرہ مقبول تھا اور وہ نعرہ بچہ بچہ کی زبان پر تھا کہ:

"فلیعش جمال عبدالناصر" ـــ جمال عبدالناصر زندہ باد۔

عربوں پر جب کبھی کوئی افتاد آتی تھی اور جب بھی استعماریوں کی پروپیگنڈہ مشینری جمال عبدالناصر کی ذات کو ہدف تنقید و ملامت بناتی تھی تو ہر شخص تن کر بڑے

(باقی ص۱۸ پر)

پاکستانی عوام کی جانب سے عربوں کے مؤقف کی حمایت

(جامعہ ازہر کے ممتاز عالم الشیخ عبد المنعم النمر کا مکتوب گرامی)

۱۹۵۶ء کی جنگ سویز کے موقع پر اس وقت کی حکومت پاکستان کا رویہ مغربی آقاؤں کے اشارے پر مصر اور صدر مصر جناب جمال عبد الناصر نور اللہ مرقدہ کے معاملہ میں معاندانہ تھا۔

حسین شہید سہروردی اور فیروز خاں نون کی حکومتوں نے بیرونی ملکوں میں پاکستان کی جانب سے کچھ اس قسم کا تاثر دیا گویا پاکستان کے لوگ نہر سویز کو قومیانے کے سلسلے میں اہل مصر کی بجائے برطانیہ، امریکہ، فرانس اور اسرائیل کے ہمنوا ہیں۔

اس غلط اور سراسر بے بنیاد تاثر کو زائل کرنے کے لئے مدیر خدام الدین مولانا مجاہد الحسینی نے روزنامہ نوائے پاکستان میں حکومتِ مصر کے مؤقف کی تائید و حمایت میں ایک زوردار اداریہ لکھا اور سویز کے بارے میں عربوں کو مسلمانانِ پاکستان کی غیر مشروط امداد و اعانت کا یقین دلایا۔

اس سے متاثر ہو کر متحدہ عرب جمہوریہ کے نامور صاحب قلم اور ماہر تعلیم جناب عبد المنعم النمر نے اظہارِ تشکر کے طور پر مولانا مجاہد الحسینی کے نام ایک مکتوب ارسال کیا۔ اس مکتوب کا متن اور اس کا ترجمہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ ع

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

بسم الله الرحمن الرحيم

أخي الأستاذ الفاضل مجاهد الحسيني

السلام عليكم ورحمة الله وبعد. فإني عاجز عن شكركم
لتفضلكم بإهداء جريدتكم إليّ أما ما كتبتموه تعليقا
على موقف حكومة باكستان من مصر فهو يستحق شكر
مصر بل جميع المسلمين فقد نطقتم بكلمة الحق
التي يحب الله تعالى. لقد نجح الغرب في تفريق
كلمة المسلمين بدولاراته. وصارت باكستان
وراءه تعادي مصر ثمنا لما أخذته من مال
ونحن ندعو الله أن يبصر المسلمين بالطريق
المستقيم حتى يعرفوا عدوهم من صديقهم
ويتحدوا لإعلاء شأنهم. بارك الله فيكم
وقواكم. والسلام عليكم ورحمة الله

عبد المنعم النمر
١٩٥٦/٥/٢٢
١٢٧٦/١٠/٢١
لجنة الأزهر والمؤتمر الإسلامي

خط کا ترجمہ

برادرِ عزیز و استاد محترم جناب مجاہد الحسینی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں آپ کا شکریہ ادا کرنے سے خود کو قاصر پاتا ہوں۔ کہ آپ نے مجھے اپنا اخبار تحفۃً ارسال فرمایا۔

جہاں تک مصر کے بارے میں آپ کی تحریر کا تعلق ہے تو اس کے لیے آپ باشندگانِ مصر بلکہ عامۃ المسلمین کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں آپ نے ایک سچی بات کہہ کر حق گوئی کا فرض ادا کر دیا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ مغربی قوتیں مسلمانوں میں اپنے ڈالروں کے ذریعے پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو چکی ہیں۔

پاکستان بھی ان مغربی طاقتوں کا ہم نوالہ بن کر مصر سے دشمنی کا رویہ اختیار کیے ہوئے ہے اور اس کے عوض مال وصول کر رہا ہے اور مغربی قوتوں کی حمایت کر رہا ہے۔

ہم اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو راہ راست دکھائے۔ تاکہ وہ اپنے دوست دشمن میں تمیز کر سکیں اور متحد ہو جائیں تاکہ ان کی عظمت و شان دوبالا ہو سکے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو برکت و توانائی عطا فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

عبد المنعم النمر

مندوب جامعہ ازہر مصر و مؤتمر الاسلامی

اسلام سے والہانہ شیفتگی کا پیکر

مجاہد الحسینی

سامراجی قوتیں زرِ کثیر خرچ کرکے اپنے ایجنٹوں اور نمک خواروں کی وساطت سے — متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر جمال عبدالناصر کے خلاف مسلسل یہ گمراہ کن پروپیگنڈا کررہی ہیں کہ وہ اسلام پر نہ تو کوئی اعتقاد رکھتے ہیں اور نہ ہی اسے پسند کرتے ہیں۔ صدر ناصر کی مفروضہ بے دینی اور اسلام سے برگشتگی کو واضح کرنے کے لئے ایسے ایسے افسانے گھڑے جارہے ہیں کہ خدا کی پناہ! ان میں سے ایک افسانوی شاہکار ملاحظہ فرمائیے:-

"اسوان بند کی تعمیر کے وقت ابوسمبل کا جو بت دریا کے کنارے واقع تھا اسے وہاں سے ہٹا کر جب دوسرے مقام پر نصب کیا جانے لگا تو اس کے پاؤں کے نیچے قرآن مجید اور مصری دستور کا نسخہ دفن کیا گیا"

کراچی کے بعض اخبارات میں جب یہ خبر نمایاں چوکھٹے میں شائع کرائی گئی تو مصری سفارت خانے کی طرف سے اخبارات کے نام اس الزام تراشی کی تردید شائع کرنے کو کہا گیا لیکن انگریزی اخبار ڈان کے سوا باقی تمام اخبارات نے اس کی اشاعت خلافِ مصلحت سمجھ کر صرفِ نظر سے کام لیا۔

جب مصری سفارت خانے کی طرف سے اس قسم کی من گھڑت خبریں شائع کرانے والوں سے یہ دریافت کیا گیا کہ بتوں کے قدموں میں (نعوذ باللہ) قرآن مجید کا نسخہ دفن کرنے سے حکومتِ مصر کو روحانی اور مادی کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اور اس طرح کے گستاخانہ اقدام سے مصر کے کن باشندوں کو خوش کرنا مقصود تھا؟ آخر اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور اگر اس قسم کا پروپیگنڈا کرنے والے سچے ہیں تو اس گستاخانہ اقدام کے موقع پر حکومت کے خلاف کوئی آواز کیوں نہیں بلند ہوئی؟

چنانچہ صدر ناصر کی دینداری اور اسلام سے محبت کے متعلق "صدر ناصر کا کلمۂ شہادت" کے زیرِ عنوان ہفت روزہ ندائے ملت لکھنؤ کی رائے ملاحظہ فرمائیے۔ جو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد منظور نعمانی کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مشرق وسطیٰ میں بے پناہ مقبولیت اور شہرت کے مالک ہیں اور مدینہ یونیورسٹی کے رکن ہونے کی حیثیت سے شاہ فیصل کے زبردست مداحوں میں شمار ہوتے ہیں۔ صدر ناصر کی دینداری اور اسلام سے محبت کے بارے میں ان کے ترجمان اخبار ندائے ملت کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے۔ درج ذیل تحریر سے اندازہ لگائیے کہ صدر ناصر کیا تھے؟ اور ان کے خلاف ڈھونڈ ڈھونڈ کر جو الزامات لگائے جارہے ہیں ان کا پس منظر کیا ہے اور اس قسم کی خبریں کس غیبی اشارے پر شائع کی جارہی ہیں۔

"اس بات کو سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ صدر جمال عبدالناصر دینی انفرادی زندگی میں خاصے بھلے آدمی ہیں اور روزہ نماز کی پابندی ہی نہیں کرتے بلکہ اسلام نے جن چیزوں سے روکا ہے ان سے محترز رہتے ہیں۔ شراب سے خاص کر پرہیز کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک بار جب ماسکو میں روسی وزیر اعظم خروشچوف کے ساتھ سرکاری ضیافت میں بیٹھے تو انہوں نے اپنے سامنے سے شراب ہٹا دی خروشچوف نے وجہ دریافت کی اور صدر ناصر کا جواب سن کر اپنی

شراب بھی ہٹا کر کہا۔
"آج میں بھی مسلمان ہوں"۔
اسی طرح بلگراڈ کی پہلی ناوابستہ چوٹی کانفرنس کے خاتمے پر جب جامِ صحت پیا گیا تو سب ہاتھوں میں شراب کے گلاس تھے۔ امریکی رسالے لائف نے سربراہوں کی یہ تصویر شائع کر کے نیچے لکھا:۔
"ناصر نے مسلمان ہونے کی وجہ سے سنگترے کا رس پیا"۔
(اس مختصر سے اقتباس سے پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ جہاں اپنوں نے ناصر کے خلاف بہتان طرازی کو اپنا شعار بنایا وہاں غیروں نے ان کی دینداری اور اسلام سے سچی لگن کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔)

اعلانِ حق

ندائے ملت لکھتا ہے:۔
"اب قاہرہ میں ان کی ایک اہم تقریر شائع کی گئی ہے جو انہوں نے ۲۵ر فروری ۱۹۶۵ء کو اپنی پارلیمنٹ کے خفیہ اجلاس میں کی تھی، اس تقریر سے پتہ چلتا ہے کہ صدر ناصر نے آخرکار اس مسئلہ پر اپنا ذہن صاف کر لیا ہے۔
تقریر میں بڑا اہم حصّہ اسلام اور کمیونزم سے مقابلہ کا ہے صدرِ ناصر نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ سوشلزم مذہب کے خلاف ہے لیکن یہ بات اس لئے صحیح نہیں کہ مذہب خود انسان کے استحصال کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام نے زکوٰۃ، صدقہ اور خیرات کے ذریعے ہر آدمی کو آمدنی کا ایک حصّہ ضرورت مندوں کو دینے کا حکم دیا ہے۔
اسلام کی تاریخ، اس کے قانون اور شریعت کے مطالعے سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ اسلام نے سماج میں ضرورت مندوں کا حصہ رسدی رکھا ہے، اسلام اجتماعی انصاف کا علمبردار ہے۔
اس کے بعد صدر ناصر نے صاف صاف کہا۔
یہ کہنا غلط ہے کہ مصر کمیونزم کی سمت جا رہا ہے۔ کمیونزم مذاہب اور اسلام کو تسلیم نہیں کرتا جس پر مصریوں کا ایمان ہے۔ کمیونزم ایک خاص طبقہ کی آمریت کا نام ہے۔ مصر اس پر تیار نہیں۔ کمیونزم تشدّد کے ذریعے سرمایہ دار طبقہ کو ختم کرنے کا حامی ہے۔ مصر تشدّد پر یقین نہیں رکھتا۔
ان کا یہ کلمۂ شہادت انفرادی نہیں اجتماعی زندگی کے شعبوں میں بھی ان کے مسلمان ہونے کا اعلان ہے اور اسی لحاظ سے اس کا خیرمقدم کیا جانا چاہیئے"۔
(ندائے ملت لکھنؤ ۲۳ر اپریل ۱۹۶۵ء)

حمایتِ اسلام

صدر جمال عبدالناصر جب پاکستان کے دورہ پر آئے تو انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں آپ نے عوام سے خطاب کیا تھا۔ کاش! انجمن حمایت اسلام کی طرف سے وہ تقریر شائع کرنے کا اہتمام ہو جاتا تو دنیا پر حق واضح ہو جاتا۔
انہوں نے عربی زبان میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔
"مجھے خوشی ہے کہ حمایتِ اسلام کے جلسہ میں شریک ہو کر آپ سے خطاب کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ حمایت اسلام کے سلسلہ میں آپ کی خدمات لائق تحسین ہیں اور ہم جو کچھ مصر میں کر رہے ہیں وہ بھی حمایت اسلام ہی کے لئے ہے"۔
آپ نے دورانِ تقریر بڑے فخریہ لہجہ میں فرمایا تھا کہ:۔
"ہمیں اس پر فخر اور ناز ہے کہ مصر کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا اور خدا کے فضل و کرم سے اب بھی مصر پر اہلِ اسلام ہی کا تسلط و اقتدار قائم ہے"۔
صدر ناصر جب اقتدار پر فائز ہونے کے پہلے ہی سال حج بیت اللہ پر تشریف لے گئے تو آپ نے "عالم اسلام کے اتحاد" پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا کہ:
"جب میں خانہ کعبہ کے سامنے کھڑا تھا تو میرا تصوّر اور خیال مجھے دنیا کے دُور دراز گوشوں اور خطّوں کا طواف کرا رہا تھا جہاں جہاں اسلام پہنچا ہے۔ جب میرا خیال پاکستان کے دس کروڑ، انڈونیشیا کے آٹھ کروڑ، چین کے پانچ کروڑ اور روس کے چار کروڑ اور ان کے سوا دنیا کے چپّے چپّے اور گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی طرف جاتا ہے اور جب میں یہ سوچتا ہوں کہ یہ سارے ملک ایک ایمان کے رشتے میں جکڑے ہوئے ہیں تو مجھے اس زبردست قوت کا شدّت سے احساس ہوتا ہے جن کا رو بہ عمل آنا تمام دینی بھائیوں کے لئے لامحدود قوت اور اساس کا ضامن ہو سکتا ہے! آج وقت ہے کہ عالم اسلام کے مسلمان متحد اور ایک اسٹیج پر جمع ہو کر اپنی کھوئی ہوئی حشمت اور قوت کو سراہیں اور یہ ثابت کریں کہ اسلامی قوت کسی کے سامنے اپنا سر خم نہیں کر سکتی"۔
(روزنامہ کوہستان لاہور ۱۱ر جون ۱۹۶۷ء)
صدر جمال عبدالناصر کی غیرتِ ایمانی اور حبِّ نبوی کا اندازہ اس سے لگا لیجئے کہ مصر میں کوئی شخص خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لکھتے یا شائع کرتے وقت ہمارے ہاں کی طرح (ص یا صلعم) کے اشارے سے کام نہیں لے سکتا۔ اور اگر کوئی شخص حضور کے نام مبارک پر مکمل طور سے صلی اللہ علیہ وسلم نہ لکھے تو اسے مصری قانون کے تحت قید کی سزا دی جاتی ہے۔
صدر ناصر چونکہ ایک سچے مسلمان تھے اس لئے انہوں نے مصر میں

عربوں کی امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز اور ان کی امنگوں اور ولولوں کا مورد و محور

سید سلیمان شاہد

۱۹۵۶ء میں مصر کی سرزمین پر برطانیہ، فرانس اور اسرائیل کے مشترکہ حملہ کی جارحانہ کارروائی میں استعماری قوتوں کو جو شکست ہوئی اور انہیں جس ذلّت و خواری سے دو چار ہونا پڑا وہ سامراج کی تاریخ کا ایسا شرمناک واقعہ ہے جس کی ندامت سے آج بھی سامراجیوں کی نگاہیں جُھک جاتی ہیں۔ اس عبرت ناک شکست کے کچھ ہی عرصہ بعد پیرس میں امریکہ، برطانیہ، فرانس اور اسرائیل کے وزرائے خارجہ کا ایک اجتماع منعقد ہوا اور اس میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں باشندگانِ مصر سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا تھا اور مصری قوم پر جمال عبدالناصر کی صورت میں ایک آمر کے تسلّط کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی تھی۔

قرارداد کے تیور بتا رہے تھے کہ عرب قوم کے نامور پیروکار اور ہیرو سویز کے فاتح صدر جمال عبدالناصر کو بین الاقوامی سطح پر بدنام کرنے اور عربوں کے اندر ان کے "وقار" کو گرانے کے لئے عرب قوم سے ہمدردی کا یہ تکلّف برتا گیا تھا ورنہ استعماری قوتوں کی ترکتازیوں کے ہاتھوں عربوں کو پیہم جس تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑا وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

اخبارات میں اس قرارداد کا بڑا چرچا ہوا اور اس قرارداد کی اشاعت کے ٹھیک تیسرے دن شرق اردن کی "اخوان المسلمون" کے سیکرٹری جنرل کی جانب سے ایک سنسنی خیز خبر دنیا بھر کے اخبارات کو رائٹر، ازانس فرانس پریس اور ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے توسط سے فراہم کی گئی جس میں یہ دل ہلا دینے والا انکشاف کیا گیا تھا کہ :-

"مصر میں جمال عبدالناصر نے اخوان المسلمون پر ہولناک مظالم کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور ان کے ساتھ انسانیت سوز برتاؤ کیا جا رہا ہے (اس سے آگے ان مظالم کی من گھڑت تفصیل تھی)

اس خبر کے نہلے پر دہلا جماعت اسلامی پاکستان کے امیر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا وہ بیان تھا جو پاکستانی اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا اور ایک ٹیلی گرام کو بھی خوب خوب اچھالا گیا تھا جو مودودی صاحب نے جمال عبدالناصر کے نام بھیجا تھا اور جس کا عنوان تھا

"جمال عبدالناصر! خدا سے ڈرو"

گویا پیرس میں استعماری قوتوں کے وزرائے خارجہ کی قرارداد پر استعماریوں کے حواریوں نے بڑے منظم طریق پر اور پراپیگنڈے کی جدید تکنیک کے عین مطابق عملدرآمد شروع کر دیا اور بین الاقوامی فضا میں بالعموم اور عالم اسلام میں بالخصوص جمال عبدالناصر کو رسوا کرنے کی ایک باقاعدہ مہم کا آغاز ہو گیا۔ ؎

نزی آواز مکّے اور مدینے

جمال عبدالناصر کے خلاف پروپیگنڈے کی مشینری پوری طرح حرکت میں آ گئی اور الزامات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔

یہ مہم پندرہ برس گذرنے کے بعد بھی اسی شدّت کے ساتھ جاری ہے اور ایسے ایسے ناشدنی اور ناگفتنی بہتان اس بطل حریت اور شوکت اسلام کے اس نقیب اوّل کی شخصیت پر باندھے گئے کہ اگر انہیں کسی بھی درجہ میں صحیح اور درست مان لیا جائے تو نہ صرف جمال عبدالناصر کی اپنی ذات مجروح و مطعون قرار پائے بلکہ پورے عرب قوم کے بارے میں بھی یہ تاثر پیدا ہو کہ وہ ایک بے غیرت اور بدنہاد قوم ہے جس نے ایسے گھناؤنے کردار کے حامل شخص کو اپنا عظیم قائد اور اپنا قومی ہیرو قرار دیا ہے۔

الزامات کی یہ فہرست بڑی ہی طولانی ہے۔ ایک بدبخت پاکستانی مسلمان نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ جمال عبدالناصر اسرائیلی استعمار کا ایجنٹ اور یہودیوں کا گماشتہ اور عالمی صیہونی تحریک کا پروردہ ہے۔ ؎

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

ایک اور الزام جس کی بڑے شد و مد سے تشہیر کی گئی وہ اس کے اشتراکیت زدہ ہونے کا پروپیگنڈا تھا۔ جمال عبدالناصر کے بارے میں کفر و الحاد کے فتوے داغے گئے۔ اور اس کے اشتراکی ہونے کے فتوے تراشے گئے اور اس پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ وہ اشتراکی فلسفۂ حیات کو اسلام کے مقابلہ میں بہتر سمجھتا ہے اور خدا و رسولؐ کا منکر ہے۔

بات صرف اتنی تھی کہ مصر کی زرعی معیشت جس پر اس کی تمام تر اقتصادیات کا دار و مدار ہے اس کو خود کفیل بنانے کے سلسلہ میں جمال عبدالناصر نے اسوان بند کا جو منصوبہ تیار کیا تھا اس کے لئے بیرونی امداد کی ضرورت تھی امریکہ غیر مشروط امداد دینے کے لئے آمادہ نہ تھا اور جمال عبدالناصر اسے اپنے قومی شرف و مجد کی توہین سمجھتا تھا کہ ذلت آمیز شرائط پر کسی بیرونی امداد کا سہارا لے۔ اس نے امریکہ کی بجائے

روس سے امداد طلب کی اور وہ اسے بغیر کسی سیاسی شرط کے مہیا کر دی گئی۔

بس یہ ایک ایسا ناشدنی جرم تھا جو جمال عبدالناصر سے سرزد ہوا اور یہ جرم استعمار کی کتاب تعزیرات کی رُو سے کشتنی اور گردن زدنی ہے اس لئے اس کے بارے میں یہ مشہور کیا گیا کہ وہ کیمونسٹ ہے، سوشلسٹ ہے، ملحد ہے، بے دین ہے، دینی اقدار سے منحرف ہے، اسلام کے احکام کا باغی ہے۔

اس پروپگنڈے کو اس درجہ وسیع کیا گیا کہ عرب ملکوں اور غیر عرب مسلم مملکتوں کے باشندوں میں سے بہت ناواقف لوگ سچ مچ یہ سمجھنے لگے کہ تاریخ اسلامی میں جمال عبدالناصر سے بڑا حاکم کوئی نہیں گذرا اور اس طرح دلوں میں اس کی محبت کی بجائے اس کی نفرت کے جذبات ابھرے اور وہ دنیا کے ہر بڑے انسان کی طرح خود اپنے ہی ابناء نوع کی نگاہوں میں مبغوض قرار پایا۔

پاکستان میں جمال عبدالناصر کے خلاف بغض و نفرت کی فضا پیدا کرنے کا بہ طور خاص اہتمام کیا گیا۔ کیونکہ استعماری قوتیں نہیں چاہتیں کہ استعمار کی سیاسی مصلحتوں کے تحت ظہور میں آنے والا یہ ملک کسی مرحلہ پر استعمار دشمنی کا وہ انداز اختیار کرے جو جمال عبدالناصر کی سیاست کا طرۂ امتیاز ہے۔

ایک عرب صحافی جناب عبدالمنعم النمر العدوی نے جو ایک عرصہ سے ہندوستان میں اقامت پذیر تھے اور دارالعلوم دیوبند میں جدید عربی کے استاذ تھے۔ ایک موقعہ پر جمال عبدالناصر کے بارے میں لکھا تھا کہ:۔

ان الرئیس جمال عبدالناصر فلتۃ من فلتات الزمان وھبۃ من ھبات اللہ لمصر وللعروبۃ وللاسلام۔

اننا فی الشرق فی حاجۃ الی رجال کثیرین منھم طراز جمال عبدالناصر

"صدر جمال عبدالناصر زمانہ کی غیر متوقع اور انمول شخصیت ہیں اور وہ سرزمین مصر کے لئے، عالم عرب کے لئے اور اسلام کے لئے اللہ کے عطیات میں سے ایک گراں قدر عطیہ ہیں۔

سرزمین شرق میں ہمیں ایسی بہت سی شخصیتوں کی ضرورت ہے جو جمال عبدالناصر کی طرز کے سیاسی رہنما ہوں تاکہ مشرق غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر آزادی سے ہمکنار ہو سکے۔"

بہرحال یہاں ہمیں جمال عبدالناصر کے خلاف اس الزام کا جواب دینا ہے جسے پاکستان میں بہ طور خاص اچھالا گیا اور وہ ہے ان پر اشتراکی اور سوشلسٹ ہونے کا الزام۔

جس بدفطرت اور دوں نہاد شخص نے ان کے بارے میں یہ انکشاف کیا تھا کہ وہ یہودیوں کے گماشتہ ہیں تو صرف اتنا ہی بتانا کافی ہوگا کہ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد جب جمال ناصر نے متحدہ عرب جمہوریہ کی صدارت سے استعفیٰ دیا تو یہ اسرائیل اور دنیا بھر کے یہودی تھے جن کے گھروں میں گھی کے چراغ جلے اور وہ اس خوشی میں رات بھر ناچتے گاتے اور رنگ رلیاں مناتے رہے۔ باقی رہا ان کے کیمونسٹ ہونے کا معاملہ تو مصر ہی عالم اسلام میں وہ واحد ملک ہے جہاں اس قسم کے منکرین خدا و رسولؐ پر قانوناً پابندی عائد ہے۔ وہاں ایک طرف مرزائیوں کو حقوق شہریت سے محروم کر دیا گیا ہے دوسری طرف کیمونسٹ پارٹی بھی خلاف قانون قرار دے دی گئی ہے اور یہ آج سے نہیں بلکہ کم و بیش پندرہ برس سے خلاف قانون ہے۔ اس عملی ثبوت کے علاوہ ان کے کیمونسٹ نہ ہونے اور سچا اور پکا مسلمان ہونے کا دستاویزی ثبوت شام کی کیمونسٹ پارٹی کی ایک سابق رکن خاتون عزیزہ نجمی عبہری کی کتاب "اختیاراتی فی الشیوعیۃ" (کیمونزم کے بارے میں میرے تجربات) سے ملتا ہے جس میں انہوں نے کیمونزم کے خلاف مختلف سربرآوردہ عرب شخصیتوں کے تاثرات بھی پیش کئے ہیں اور اس باب کا آغاز صدر جمال عبدالناصر کی تحریر سے کیا ہے جو جمال عبدالناصر کی اپنی کتاب "حقیقۃ الشیوعیۃ" سے ماخوذ ہے نجمی عبہری لکھتی ہیں اور جمال عبدالناصر کی شخصی عظمت کو بہت ہی حسین الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتی ہیں:۔

ترجمہ: میرے لئے یہ بات باعث مسرت ہے کہ کیمونزم کے بارے میں منتخب اقوال کا آغاز میں صدر جمال عبدالناصر کے ارشادات گرامی سے کر رہی ہوں۔

کون جمال عبدالناصر؟ جو عرب عوام کے دلوں کی دھڑکن بن چکا ہے اور جو عربوں کی امنگوں، ان کی آرزوؤں اور ان کی تمناؤں کا مرکز و محور ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے وہ کہتے ہیں:۔

"اشتراکیت کا نظام جب سیاسی قوت کی حیثیت سے بر سر اقتدار آیا تو وہ اس شے سے بالکل مختلف تھا جسے اس کے رہنما بلند بانگ دعاوی کے ساتھ پیش کیا کرتے تھے اور کتنے ہی نظریات و افکار ہیں کہ جو اپنے خوش رنگ دعاوی سے لوگوں کو فریب کا شکار کرتے ہیں مگر جہاں ان نظریات کو عمل سے آہنگ کرنے کا وقت آیا ان کی حقیقت واضح ہوگئی اور ان کا سارا فریب آشکارا ہو گیا اور اندر سے ایک دردناک تصویر ابھر آئی۔

اشتراکیوں نے اپنی اشتراکیت سے جو کچھ حاصل کیا ہے، وہ اتنا ہے کہ عام پیداوار کی تیاری کے سلسلہ میں وہ مشین کے پرزے بن کر رہ گئے ہیں حالانکہ وہ ارادہ و اختیار کے مالک انسان تھے۔ پھر ان اشتراکیوں نے دین کا

(باقی صلا پر)

حالیہ بحران اور المناک واقعات کی روشنی میں

ایم۔ اے۔ مدنی،

صدر ناصر نے استعفیٰ دیا اور پھر عوام کے بے حد اصرار پر واپس لے لیا۔ استعفیٰ کے ساتھ ہی انہوں نے نائب صدر ذکریا محی الدین کو ملک کا نیا صدر نامزد کیا لیکن چند ہی گھنٹے بعد نامزد صدر نے صدارتی عہدہ سنبھالنے سے انکار کر دیا۔ صدر ناصر نے کہا کہ میں اپنا استعفیٰ قومی اسمبلی میں پیش کروں گا۔ قومی اسمبلی نے ان کا استعفیٰ مسترد کر دیا اور ساتھ ہی انہیں تاحیات صدر بنانے کی پیش کش کی، قاہرہ اور دیگر عرب شہروں میں صدر ناصر کے حق میں مظاہرے ہوئے اور استعفیٰ کے اعلان کے صرف ۱۸ گھنٹہ بعد اس استعفے کا ڈراپ سین ہوگیا۔

۵۲ سالہ صدر ناصر آج سے پندرہ سال پہلے شاہ فاروق کے خلاف ایک ڈرامائی فوجی انقلاب کے بعد پبلک اسٹیج پر آئے تھے۔ اس انقلاب کے سربراہ مصری فوج کے ایک سینئر افسر جنرل نجیب تھے لیکن چند ہی ماہ بعد نجیب کی شخصیت پر پردہ پڑگیا اور صدر ناصر نے مکمل اقتدار سنبھال لیا۔ جنرل نجیب کی ماں سوڈان کی تھیں ان کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد مصر اور سوڈان کا الحاق یقینی ہوگیا تھا۔

صدر ناصر کے اقتدار کے آغاز میں دو بھائیوں صلاح سالم اور جمال سالم نے بڑی شہرت حاصل کی لیکن آہستہ آہستہ دونوں پس منظر میں چلے گئے

صدر ناصر بڑے زیرک، ہوشیار، دور اندیش اور عوامی نفسیات کے ماہر سیاست دان تھے۔ وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے بڑی سے بڑی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ انہوں نے عرب دنیا کو قوم پرستی پر مبنی ایک نیا فلسفہ دیا جو عرب نوجوانوں میں خاصا مقبول ہے۔ عالم عرب کا استحکام اور مصر کی عظمت رفتہ کا حصول ان کا مقصد حیات تھا انہیں مصر کی تہذیب و ثقافت کو زندہ کرنے سے گہری دلچسپی تھی۔ وہ مصر کو طاقتور اور خوش حال دیکھنے کے آرزو مند تھے۔ صدر ناصر کو اسلام سے بھی گہری دلچسپی تھی وہ جمعہ کی نماز قاہرہ کی سب سے بڑی مسجد میں ادا کرتے تھے۔

صدر ناصر نے اپنے سیاسی فلسفہ کو ایک کتابچہ کی شکل میں مرتب کر دیا ہے جو انقلاب مصر کی بنیاد ہے اس میں انہوں نے اپنی سرگرمیوں کے لیے تین دائرہ کار متعین کئے ہیں پہلا دائرہ عربوں کے اتحاد واستحکام کا ہے دوسرے دائرہ میں افریشیائی عوام کا اتحاد مطلوب ہے۔ تیسرے اور وسیع تر دائرہ میں اسلامی اتحاد ان کا مطمحِ نظر ہے صدر ناصر گذشتہ ۱۸ سال سے عربوں کو متحد اور طاقتور بنانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ عربوں کے اتحاد کے بعد افریشیائی اتحاد اور پھر اسلامی اتحاد کا نمبر آئے گا۔

ملک کے اندرونی معاملات میں صدر ناصر داخلی استحکام کی اہمیت اور ضرورت کے بے حد قائل تھے۔ برسر اقتدار آنے کے بعد انہوں نے جب یہ محسوس کیا کہ کمیونسٹ اور اخوان المسلمون نئی حکومت کے ملکی تعمیر کے منصوبے کی راہ میں حائل ہیں تو انہوں نے دونوں جماعتوں پر پابندی لگا دی۔

جس چیز نے ان کی شخصیت کو بین الاقوامی اہمیت کا مالک بنا دیا وہ ان کا نہر سویز کو قومی تحویل میں لینے کا غیر متوقع اقدام تھا۔ اس منصوبہ کو ناکام بنانے کے لیے جب اسرائیل، فرانس، برطانیہ نے سویز پر مشترکہ حملہ کیا تو اس وقت کے روسی وزیر اعظم خروشیف نے ایک ڈرامائی اعلان میں مغربی طاقتوں کو متنبہ کیا کہ روسی راکٹ سویز کے حملہ آوروں کو تباہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ سابق روسی وزیراعظم خروشیف نے اپنے مار دھاڑ سے بھرپور ڈرامائی اعلانوں کے باعث بعد میں دنیا میں بڑی شہرت حاصل کی لیکن اس وقت ان کے اس اعلان سے مغربی طاقتیں ایسی وحشت زدہ ہوئیں کہ چپکے سے ہار مان لی۔

اس وقت سے اب تک روس اور مصر کی دوستی میں برابر کا اضافہ ہو رہا ہے۔ حالیہ جنگ کے آغاز سے قبل روس نے امریکہ اور برطانیہ کو متنبہ کر دیا تھا کہ اگر انہوں نے اسرائیل کی مدد کی تو روس بھی جنگ میں مداخلت کرے گا۔ اپنی اس دھمکی کو زور دار بنانے کے لیے روس نے طاقت کا مظاہرہ بھی ضروری سمجھا اور ترکی سے اجازت مانگی کہ روسی جنگی بیڑہ کو درۂ دانیال سے گذرنے کی اجازت دے دی جائے۔

ترکی نے کسی بات کی پرواہ نہ کی اور اسرائیل کے مسئلہ پر نہ صرف عربوں کی حمایت کی۔ بلکہ روس کو درۂ دانیال سے اپنے جہاز گزارنے کی اجازت دے دی پھر خلیج عقبہ کی ناکہ بندی توڑنے کے لیے مغربی ممالک عربوں کے خلاف جو کاروائی کرنا چاہتے تھے۔ ترکی نے اس میں بھی شرکت نہیں کی۔

صدر ناصر ابھی جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ اسرائیل نے حملہ کر دیا۔ پہلے دن عرب فوجوں نے کچھ کامیابیاں حاصل کیں لیکن دوسرے دن جنگ کا نقشہ پلٹ گیا اور صدر ناصر اور شاہ حسین کے اپنے بیانات کے مطابق مغربی ممالک نے اسرائیل کو بھرپور فضائی امداد دی۔ جزیرہ نمائے سینائی کی تمام چوکیاں اسرائیل کے قبضہ میں چلی گئیں۔ بیت المقدس پر یہود کا قبضہ ہوگیا۔

دریائے اردن کے مغربی کنارے کے تمام اُردنی علاقہ پہ اسرائیل کا تسلط ہو گیا۔ دمشق اور قاہرہ پہ بمباری ہوئی۔ شاہ حسین کا محل بھی بمباری سے نہ بچا۔ لیکن مسٹر کوسیجن نے عربوں کی حمایت کے لیے مسٹر خروشیف کی طرح کوئی ڈرامائی اعلان یا کارروائی نہ کی حتیٰ کہ سلامتی کونسل میں بھی اس بات پہ زور نہ دیا کہ جنگ بندی کے ساتھ ہی قابض فوجیں مقبوضہ علاقوں کو چھوڑ دیں۔ حالانکہ بعد میں روسی اخبارات نے خود لکھا کہ اسرائیل عرصہ سے جنگی تیاریاں کر رہا تھا اور اسے مغربی ممالک کی امداد حاصل تھی۔

روس نے عربوں کی مدد شاید اس لیے نہ کی کہ موجودہ روسی وزیر اعظم کوسیجن سابق وزیر اعظم خروشیف کے مقابلے میں بہت زیادہ بردبار سنجیدہ اور ٹھنڈے مزاج کے آدمی ہیں۔ وہ خروشیف کی طرح راکٹوں کی زبان میں بات کرنے کی بجائے اعلانِ تاشقند کی زبان میں بات کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

۵ رجون کو جنگ شروع ہوئی ۸ رجون کو ختم ہو گئی۔ ان چار دنوں میں ۱۱ رعرب ممالک کی فوجوں نے اسرائیل کی تربیت یافتہ اور جدید آلات سے لیس فوجوں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں صرف اردن کے ۱۵ رہزار فوجی اور شہری شہید اور ۲۴ ہزار کے قریب زخمی ہوئے۔ اور آدھا ملک دشمن فوجوں نے روند ڈالا۔ ۵ ر لاکھ فلسطینی مہاجر جو آج سے بیس سال قبل فلسطین سے بے دخل کئے گئے تھے ایک بار پھر بے گھر ہو گئے۔

ابھی دوسرے عرب ممالک کے نقصانات کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ اگرچہ اسرائیل کی آبادی صرف ۲۵ ر لاکھ اور عرب ممالک کی آبادی ساڑھے ۴ کروڑ ہے تاہم اسرائیل کو بعض بڑے ممالک کی حمایت حاصل تھی۔ مسلمانانِ عالم کے لیے اس جنگ کے چار دن بڑی قیامت کے تھے۔ ایسے ہی جیسے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے حیدر آباد پہ بھارتی حملے کے ایام تھے۔ حیدر آباد نے بھی بھارت کا چار دن مقابلہ کیا تھا۔ متحدہ عرب جمہوریہ اور اسرائیل کے درمیان جمعرات کو بارہ بجے رات فائربندی ہو گئی تھی۔ اس کے فوراً بعد معلوم ہوا کہ صدر ناصر مصری عوام سے خطاب کریں گے۔ ساری دنیا صدر ناصر کی تقریر کے لیے گوش بر آواز تھی، پہلے معلوم ہوا کہ وہ صبح تقریر کریں گے پھر پتہ چلا کہ شام کو تقریر کریں گے پھر اطلاع ملی کہ رات کو عوام سے خطاب کریں گے۔

جمعہ کی رات کو دس بجے ریڈیو پاکستان سے خبروں کا آخری بلیٹن نشر کیا جا رہا تھا۔ نیوز ریڈر نے خبریں سنا دیں اور آخری منٹ پہ بتایا کہ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ صدر ناصر نے استعفیٰ دے دیا ہے اور نائب صدر ذکریا محی الدین مصر کے نئے صدر ہوں گے۔ اس کے بعد ریڈیو سے خبریں ختم ہو گئیں پاکستان اور پوری دنیا میں سنسنی پھیل گئی اخبارات اور خبر رساں ایجنسیوں کے دفاتر میں ٹیلیفون کالوں کا تانتا بندھ گیا۔ اخبار والوں کے لیے بھی یہ ایک غیر متوقع اطلاع تھی، اس کے بعد رات کے تین بجے ڈرامائی انداز میں واقعات سامنے آئے۔

دس بجے استعفیٰ کی خبر

ساڑھے دس بجے صدر ناصر کی تقریر کا پہلا جملہ آیا۔ گیارہ بجے، فیلڈ مارشل عبدالحکیم عامر کے استعفیٰ کی اطلاع ملی۔ بارہ بجے، وزیر دفاع بدرنہ کے استعفیٰ کی خبر آئی۔

۱۲½ بجے قاہرہ میں مظاہروں کی اطلاع ملی، مظاہرین صدر ناصر سے استعفیٰ واپس لینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

ایک بجے خبر آئی کہ مظاہرے کے دوران قاہرہ پہ بمباری ہوئی۔ صدر ناصر نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس جنگ میں جو کچھ ہوا۔ اس کی تمام تر ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ انہوں نے اس موقع پہ اردن کی فوجوں کی بہادری کی بھی تعریف کی اور شاہ حسین کو خراجِ تحسین پیش کیا، صدر ناصر کے استعفیٰ کی خبر دیتے ہوئے مصری ریڈیو کا اناؤنسر رو پڑا، صدر ناصر خود جب تقریر کرنے ٹیلی ویژن پر آئے تو وہ کچھ ہلے اور کمزور نظر آ رہے تھے۔ تقریر کے آخری جملے کہتے ہوئے وہ آبدیدہ ہو گئے انہوں نے مصری عوام سے کہا "میرا دل آپ کے ساتھ ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے دل میرے ساتھ ہوں"۔

تقریر کے تھوڑی دیر بعد صدر ناصر کی قائم کردہ نوجوانوں کی تنظیم کے زیر اہتمام ہزاروں افراد ان کی قیام گاہ پہ جمع ہو گئے، جو ناصر ناصر کے نعرے لگا رہے تھے۔ قاہرہ ریڈیو کے مبصر نے مظاہرہ کا حال سناتے ہوئے کہا۔

"یہ وہی عوام ہیں جو اقتدار اعلیٰ کے مالک ہیں اور جو ہر معاملہ میں حرفِ آخر کی حیثیت رکھتے ہیں"۔

۱½ بجے اطلاع ملی کہ صدر ناصر نے عوام کے بے حد اصرار پہ مستعفی ہونے کا فیصلہ ایک دن کے لیے ملتوی کر دیا ہے۔

۲ ربجے معلوم ہوا کہ نامزد صدر ذکریا محی الدین نے مصر کی صدارت سنبھالنے سے انکار کر دیا ہے

اب صورت حال واضح ہو چکی تھی مزید کسی خبر کی ضرورت نہ تھی دوسرے دن اسمبلی نے ان کا استعفیٰ مسترد کر دیا، اور صدر ناصر نے استعفیٰ واپس لے لیا، عربوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، انہوں نے ایک تجربہ کار لیڈر کی طرح جنگ کے تمام نتائج کی ذمہ داری خود قبول کر لی اور اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ قوم نے استعفیٰ ٹھکرا دیا اور کہا جنگ میں فتح ہو یا شکست عربوں کے لیے ناصر کی قیادت ضروری ہے، اس طرح جنگ کی ذمہ داریوں میں پوری قوم شریک ہو گئی، صدر ناصر تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے انہوں نے ایک بار پھر ثابت کر دیا کہ وہ ایک دور اندیش لیڈر ہیں اور مصری قوم نے فیصلہ دے دیا کہ انہیں ناصر جیسے لیڈر کی ضرورت ہے، عظیم مصری قوم کے محبوب لیڈر ناصر۔

"رئیس جمال عبدالناصر"

جمال ناصر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

دنیا بھر کے مسلمانو! اور عرب بھائیو!

صرف اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو

ہماری نجات کا راز اخوتِ اسلامی میں مضمر ہے

صدیوں کے بغض و عناد اور مدتوں کی خلفشار نے ہمیں برباد کر دیا ہے!!

متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر جمال عبدالناصر کی ایک معرکہ آراء تحریر!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

چھٹی صدی عیسوی کے آخری چند سالوں میں جب کہ ابھی جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ ہدایت سے انسانی دنیا مستفیض نہیں ہونے پائی تھی۔ کرۂ ارض قدرت پرستی اور اخلاقی انحطاط کی لمبی اور سیاہ گہری ظلمتوں کے پردوں کے پیچھے ذلت کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ دنیا کے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی تمام تر وسعتوں میں جور، تعدی اور بے انصافی کا دَور دَورہ تھا۔ حقیقی مسیحیت کی تعلیمات کو پس پشت ڈالتے ہوئے لوگ بت پرستی اور اجرامِ فلکی کی پرستش میں اپنی نجات کا سامان ڈھونڈ رہے تھے۔

دنیا کی تمام اقوام جابر قسم کے آمر قیاصرہ اور ملوک کے زیرِ نگیں تھیں۔ کئی ممالک ایسے بھی تھے جہاں خود غرض مذہبی راہ نماؤں نے اپنی سیادت کے قیام کے لئے تمام قسم کی بدعات اور ملحدانہ رسوم و عادات کا جواز دے رکھا تھا اور مذہب کا لبادہ پہن کر من مانی کارروائیوں سے لوگوں کو اُلّو بنا رہے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب جنگیں محض اس لئے لڑی جاتی تھیں کہ ان کی وحشت ناک اور بربریت پسند طبائع کو اپنی کبریائی کی نمود کا موقع حاصل ہو سکے، خواہ دنیا قائم رہے یا برباد ہو جائے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ کی رحمت آڑے نہ آتی اور جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ نہ ہوتی۔ تو دنیا کب کی ان حرص و آز کے پتلے آمرین و ملوک کے ہاتھوں تباہی اور بربادی کے پہاڑوں میں جھونکی جا چکی ہوتی۔

یہ رحمتِ حق کا کرشمہ تھا کہ انسانیت کو ایک ایسا راہ نما نصیب ہوا۔ جس نے دنیا کو حق پرستی اور امن و عافیت کا پیغام دیا۔ اگرچہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتیمی اور بے کسی کی حالت میں پیدا ہوئے لیکن اللہ تعالےٰ کے رسول ہونے کی وجہ سے یہ انہی کا حصّہ تھا۔ کہ وہ دنیا کو ہر قسم کے حق و انصاف اور امن و امان کی نعمتوں سے مالامال فرمائیں۔ آپ نے دنیا کو ایمان و یقین کی دولت سے مالامال فرمایا اور انسانیت کو ہدایت کی مشعل دے کر مستقبل کی منزلوں کو ناپنے کے قابل فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن کوئی آسان مشن نہ تھا بلکہ آفات و بلیّات اور مصائب و مشکلات کے طوفانوں کو دعوت دینے والا مشن تھا۔ خصوصاً ایسے دَور میں جب کہ تمام انسانیت اپنا اصل مقام کھو کر بے بصیرتی اور جاہلیت کے تاریک گڑھوں میں گری پڑی تھی۔

اب اللہ تعالےٰ کے اس رسولؐ اور پیغمبر نے اپنی سیرت، اپنے کردار، اپنے بے پناہ صبر و ثبات، اپنی غیر معمولی قابلیت و ذہانت اور تنظیمی فراست اور اپنی بے مثال خطابت اور نہایت معقول قسم کے استدلال کے بل بوتے پر اپنے مبارک مشن کی جڑیں اس سنگلاخ سرزمین میں اتنی گہری گاڑ دیں جس کا بدیہی اور یقینی نتیجہ سوائے کامیابی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

آپ کی دعوت کا قلوب انسانی پر یہ اثر تھا کہ اللہ کی مخلوق اپنے خالق سے محبت کا صحیح رشتہ جوڑنے کے لئے بے تاب ہو کر فوج در فوج آپ کے جاں نثاروں کی صف میں شامل ہوئی اور آپ کے پیش کردہ دین میں اس بے پناہ یقین و ایمان سے شامل ہوئی کہ دنیا نے آج تک نہ اس وفاداری کا نمونہ دیکھا اور نہ قیامت تک دیکھ پائے گی۔

خدا تعالےٰ کے اس جلیل القدر رسولؐ نے دنیا کو ایک ایسا دین دیا ہے کہ انسانی نسلیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے صرف اس کی راہ نمائی میں ترقی کی منزلیں طے کر سکیں گی۔ اور دنیا کے دوسرے مدعیانِ اصلاح بھی اپنی راہ نمائی کا سامان اسی دین میں پائیں گے۔

سلسلہ انبیاء کے سرتاج ہونے کے لحاظ سے اسی سلسلہ کی آخری کڑی یعنی خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کے اعتبار سے آپؐ نے اپنی زندگی کو دستور و ضبط کے ایک ایسے مثالی قسم کے قانونی مجموعہ کی صورت میں پیش کیا جس سے ہر قسم کے ذوق و فکر کے لوگوں کی راہ نمائی کے لئے ایک نمونہ موجود ہے۔ آپؐ کی زندگی راستبازی، شجاعت اور سادگی کا ایک حسین مرقع تھی جس میں عجز و انکساری اور عظمتِ انسانی کا پورا پورا امتزاج موجود تھا۔ سب کچھ ہوتے ہوئے آپؐ نے مسکینی کی زندگی بسر کرنا پسند فرمایا۔ اور آخر دم تک آپ کا شمار مسکینوں ہی میں ہوتا رہا۔

آپ کی زندگی نہایت زرّیں قسم کی قربانیوں اور ایثار و قناعت کے واقعات کی کڑیوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ آپ ہمیشہ اپنے ذاتی مفادات کو قربان کرتے رہے۔ بلکہ جان تک کی بازی بھی لگائے رکھی۔ لیکن اپنے مشن کا ضائع ہونا کبھی گوارا نہ فرمایا۔ اپنے مشن کو بروئے کار لانے میں آپ نے ہزاروں قسم کی مصیبتیں برداشت کیں۔ ہر

قسم کی دشمنی مول لی اور اپنے مادی وسائل کے فقدان کا کبھی خیال تک نہ فرمایا۔

حتیٰ کہ ہجرت والی رات آپؐ نے اپنی جان کو صرف اللہ کے سہارے انتہائی خطرہ میں ڈال دیا اور خطرات کا سلسلہ اس وقت تک ختم نہ ہوا تھا جب تک آپؐ مدینہ منورہ صحیح و سلامت نہ پہنچ چکے تھے۔ مشن کی کامیابی کی خاطر تمام معرکہ ہائے کارزار میں آپؐ نے بذاتِ خود شمولیت فرمائی تاکہ اپنے دین اور دین میں شامل ہونے والوں کی مدافعت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے پائے۔

آپؐ کا مشن ایک نہایت عظیم اور اونچا مشن تھا۔ کیونکہ یہی وہ مشن تھا جس کے طفیل بندہ اور خدا یا عبد اور معبود کے درمیان تمام دُوریوں کو ختم کر دیا گیا۔ جس نے حضرت انسان کو اس بات کا یقین دلایا کہ خدا تعالیٰ کی ذات انسان کے لئے اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ قریب تر ہے اور اس مقدس مشن کا ہی یہ فیضان تھا کہ دنیا کے گوشہ گوشہ سے کفر نیست و نابود ہونے لگا اور اسلام کا بول بالا ہونے لگا۔

آپؐ کے دین کی سادگی کا سب سے بڑا راز یہی ہے کہ اس دین میں خالق اور مخلوق کو ایک دوسرے کے انتہائی قریب کر دیا گیا ہے۔ اور ایسی یگانگت کا رشتہ قائم کر دیا ہے جس کی نظیر دنیا کا کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔

آپؐ کے لائے ہوئے دین کے احکام کی نوعیت کے اعتبار سے ہر مسلمان بے درنگ اور فوری طور پہ اپنی روح کو اس دین کی روح میں ڈوبا ہوا پاتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ یہ دین اس کے اپنے ہی فطری تقاضوں کا ایک دوسرا نام ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو اس کے احکام کے عین تابع محسوس کرتا ہے۔

دین اسلام کی سب سے بڑی اور اہم دعوت یہی ہے کہ یہ دین انسانی دنیا کو اتحاد و اشتراک عمل کی دعوت دیتا ہے۔ دین اسلام میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے، ایک مومن دوسرے مومن کے لئے بمنزلہ ایک سگے بھائی کے ہے اور اس اخوت کے راستہ میں زمان و مکان کا بُعد کچھ حقیقت نہیں رکھتا دین اسلام میں نفاق و افتراق کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ چونکہ اس میں دین کی عمارت گر جاتی ہے۔ بلکہ افتراق فی الامت تو اللہ تعالیٰ کے دین کو برباد کر دینے کا دوسرا نام ہے۔

بے شک اسلام ایک تربیتی گہوارہ ہے اور تہذیب نفس کے لئے انسان کو مختلف قسم کے اخلاقی اقدار کا پابند بناتا ہے۔ تو پھر کیوں نہ ہم اس کی تعلیمات کو اپنے لئے ہدایت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کا ذریعہ بنائیں۔ اس تعلیم کے ہوتے ہوئے ہمارے لئے افتراق و انتشار کا کیا جواز ہے۔ اگر حقیقت یہی ہے تو ہمارے لئے مختلف سمتوں کو قبلہ بنانے کا کیا جواز؟ اعمال کے اعتبار سے یا سیاسی رجحانات کے لحاظ سے ایک ہی قبلہ کیوں نہیں ہے؟ ہمارا مطمح نظر کیوں ایک نہیں؟ اور کیوں ہم اپنی تمام تر راہنمائی کے لئے ہمیشہ اسلام ہی کی طرف نہیں رُخ پھیرتے؟ ہمارا ایک دوسرے کے خلاف جنگ و جدال کرنا سخت غیر اسلامی عمل ہے اور ہماری نجات کا راز صرف اور صرف اسلامی اخوت کے تقاضوں کے پروان چڑھانے ہی میں مخفی ہے۔

زمانہ ماضی میں مدتوں ہم ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار رہ چکے ہیں۔ کیا یہ صدیوں کا بغض و عناد اور مدتوں کا خلفشار ہمارے لئے کم بربادی کا سامان تھا؟ کیا ہماری باہمی بے اتفاقی ہمارے دشمنوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت نہیں ہوئی؟ کیا ہم اقوام عالم کے درمیان اچھے خاصے ذلیل نہیں ہوئے؟ ایک زمانہ تھا کہ ہم دنیا میں سب سے اعلیٰ اقتدار کے مالک تھے۔ لیکن آج ہمارا حال شرمناک حد تک ناگفتہ بہ ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانو اور عرب بھائیو!

سیاستِ افرنگ

”سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں اگر دو مچھلیاں باہمدگر برسرپیکار ہوں تو سمجھ لیجئے کہ اس چپقلش میں بھی سیاستِ افرنگ کی کارفرمائیاں ہوں گی۔“

جمال عبدالناصر

صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ ہر دشمن کے سامنے متحد ہو کر سیسہ پلائی دیوار بن جاؤ۔ اور اپنے دوستوں کی دل کھول کر امداد کرو۔ آپس میں ایک دوسرے کے مؤید بنو۔ ایک دوسرے کے ساتھ باہمی اختلافات کو یک قلم ترک کردو ورنہ کمزور ہو جاؤ گے اگر ہم تمام کے تمام مسلمان بھائی اسلام کے احکام کے سامنے جھکتے رہے تو انشاء اللہ ہمیشہ غالب رہیں گے۔ صرف خالی خولی دعوت نہیں بلکہ یہ وہ جذبات ہیں جو انتہائی خلوص کے ساتھ میرے دل کی گہرائیوں سے ابل کر نکل رہے ہیں۔ یہ میرا وہ دل ہے جس میں اسلام کے لئے اتھاہ اور بے پایاں جذبہ محبت ہے۔ کیونکہ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس کی دعوت صحیح قسم کے پائیدار امن اور قوت کی ضامن ہے۔

تو کیا پھر آپ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دینے کو تیار ہیں؟ تو کیا پھر آپ میری اسلامی اور عربی اخوت کی دعوت پر لبیک کہنے کو تیار ہیں؟

میرے لئے صرف اس پیغام کا پہنچا دینا ہی کفایت نہیں کرتا۔ اگرچہ حق تعالیٰ اس پر شاہد اور گواہ ہیں کہ میں نے یہ پیغام پہنچا دیا ہے بلکہ جب تک میری جان میں جان ہے میں اپنی پوری قوت اور عزم بالجزم کے ساتھ، پورے خلوص اور ان تھک محنت کے ساتھ اس پیغام کے ایک ایک لفظ کو عملی جامہ پہنا کر اسے ایک حقیقت کی صورت میں دیکھنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے دیکھوں گا۔ ”اے اللہ! میرے اس قول پر شاہد رہیے۔“

تحریر: یوسف عزیز مدنی

قائدِ انقلاب جمال عبد الناصر کی عظیم الشان اسلامی خدمات کا جائزہ

علامہ قاری محمد طیب کے مشاہدات و تاثرات

دنیائے اسلام کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے مؤقر جریدہ ماہنامہ "دارالعلوم" کا ایک خاص شمارہ "عالمی مؤتمر اسلامی قاہرہ نمبر" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اس میں حضرت علامہ قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی ایک طویل تقریر شائع ہوئی تھی جو آپ نے قاہرہ کانفرنس میں شرکت کے بعد واپسی پر دیوبند کے ایک استقبالیہ اجلاس میں خطاب فرمائی آپ نے مصر جدید — اور جدید انقلاب کے قائد جمال عبد الناصر کی اسلامی خدمات کے موضوع پر اپنے چشم دید واقعات و تاثرات اپنے روایتی دلکش انداز میں بیان کئے تھے۔ ان سے آپ اندازہ لگایئے کہ مصر اور اس کے صدر ناصر کی ایک تصویر وہ ہے جو امریکی و برطانوی اخبارات و رسائل اور ان کے دیگر سامراجی ہمنواؤں نے پیش کرکے اسلامیان عرب اور خصوصاً "مصری مسلمانوں" سے دنیائے اسلام کو متنفر اور دل برداشتہ کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔

اور اسی مصر، اور اُس کے محبوب و ہر دلعزیز صدر جمال عبد الناصر کی اسلام پسندی اور دینی شیفتگی و محبت کا ایک حسین و جمیل مرقع یہ ہے جو دنیائے اسلام کی عظیم درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم علامہ قاری محمد طیب نے اپنے مشاہدات و تاثرات کی صورت میں پیش فرمایا ہے۔

آپ کے یہ مشاہدات موقر جریدہ ہفت روزہ "شہاب" لاہور کے شکریہ کے ساتھ ہدیہ قارئین ہیں۔

ایک جھلک

صدر مملکت جمال عبدالناصر خصوصیت سے جمعہ کی نماز نوبت بہ نوبت شہر کی مختلف جامع مسجدوں میں ادا کرتے ہیں۔ ان کے لیئے مسجد میں نہ کوئی جگہ مخصوص ہوتی ہے نہ پولیس کے ذریعے کوئی انتظام کیا جاتا ہے۔ جہاں جگہ ملتی ہے آکر بیٹھ جاتے ہیں اور نماز ادا کرکے چلے جاتے ہیں۔ پنجوقتہ نمازوں کی بھی پابندی کرتے ہیں۔

اس ملک میں ہر شہر کی مسجدیں عامتہً نہایت شاندار اور کافی آباد ہیں۔ قاہرہ، طنطا، اسکندریہ، غزہ وغیرہ شہروں کی مسجدیں دیکھنے کی نوبت آئی۔ مساجد کے نقشے نہایت پر شوکت اور تعمیریں معیاری ہیں۔ ساتھ ہی ان مساجد میں صف بوریہ کے بجائے بیش قیمت قالینوں کا فرش ہے۔ آئمہ و مؤذنین حکومت کی جانب سے تنخواہ دار مقرر ہوتے ہیں۔ نمازوں کے وقت مسجدیں معمور ہوتی ہیں۔ ہر وقت کی نمازوں میں نمازی جوق در جوق آتے ہیں اور مساجد بھری رہتی ہیں۔ اکثر و بیشتر دیکھنے میں آیا کہ مغرب کی نماز کے بعد آئمہ مساجد آدھ پون گھنٹہ وعظ بھی کہتے ہیں۔ مصری قوم میں ملنساری اور محبت کا مضمون بہت کافی ہے۔ جب تک زبان وغیرہ کی اجنبیت رہتی ہے، بیگانگی سی محسوس ہوتی رہتی ہے لیکن جب یہ پردہ اُٹھ جاتا ہے اور ضمائر سامنے آتے ہیں اور زبان کی اجنبیت باقی نہیں رہتی تو یہ مصری مصری کی طرح گھل مل جاتے ہیں۔

اکرام ضیف تو بہر حال مسلم قوم کا قومی مزاج ہی ہے جس میں عرب امتیازی شان رکھتے ہیں۔ مصریوں میں بھی عام عربوں کی طرح یہ خو طبیعت ثانیہ ہے اعضاء مؤتمر کی مدارات و ضیافت میں مصر نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، اجلاس میں مندوبین کو بشارت دی گئی کہ دستور مملکت میں مستقل دفعہ رکھ دی گئی ہے کہ حکومت کا مذہب اسلام ہے اور سرکاری زبان عربی ہو گی۔

اشتراکیت اور اسلام

یہ ایک غلط پروپیگنڈا ہے کہ مصر میں اشتراکیت قبول کر لی گئی ہے، اور وہ کمیونزم کے حامی ہیں۔ اول تو اسلام کے ساتھ جس کو سرکاری مذہب تسلیم کیا گیا ہے یہ اصطلاحی کمیونزم جمع ہی نہیں ہو سکتا۔ دوسرے لفظ اشتراکیت سے ان تمام باتوں کا تصور جو کمیونزم کی بنیادیں ہیں، ضروری نہیں ہے۔ اسلام میں بھی ایک گونہ اشتراکیت ملحوظ رکھی گئی ہے اور بہت سی چیزیں فرد کے بجائے پوری قوم کا حق تسلیم کی گئی ہیں جن پر لفظ اشتراکیت کا اطلاق تو ہوگا کمیونزم کا نہیں ہوگا۔ اس لئے ایسی اشتراکیت و عمومیت جو اسلام کی حدود میں ہے کمیونزم نہیں کہلائی جا سکتی، بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کمیونزم میں اگر کوئی اچھی چیز اور خوبی کی بات کی گئی ہے تو وہ اسلام ہی کے اصول سے لی گئی ہے، خرابیاں ہیں تو وہ لینے والوں کے ناقص فکر اور جذباتی رو کا نتیجہ ہیں۔ مصر نے بھی اگر شخصی ملک کی افراط کو روک کر ایسی ملکیتوں کو نیشنلائز کر دیا ہے تو اسے کمیونزم نہیں کہا جائے گا۔

بہر حال شخصی املاک کی افراط کو جو حدود اعتدال سے ہٹی ہوں اور ان کا بڑا اثر ملک کی اجتماعی ملک پر پڑ رہا ہو، ختم کرکے حدود اعتدال میں لے آنا قابل ملامت نہیں ہو سکتا اور نہ اسے کمیونزم کے طعنہ سے ناقابل ستائش ہی کہا جا سکتا ہے۔ بہرحال مؤتمر میں بشارت کے نام سے یہ اعلان کیا گیا کہ حکومت کا مذہب اسلام ہوگا نہ کہ کوئی غیر اسلامی ازم۔

یہ بھی اعلان کیا گیا کہ ایک مستقل ریڈیو اسٹیشن صرف قرآن حکیم کی تلاوت کے لئے منظور کیا گیا ہے جس میں روزانہ بارہ گھنٹے تلاوتِ قرآن ہوا کرے گی اور بعد میں قرآنی مطالب کی تفہیم کا بندوبست بھی کیا جائے گا۔ چنانچہ یہ اسٹیشن ہم لوگوں کی موجودگی میں کھولا جا چکا تھا، اور قاری محمود حصری نے جو مصر کے مشہور مجوّد ہیں، یہ

تلاوت شروع بھی کر دی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم کے ساتھ مصری قوم کو صرف لگاؤ ہی نہیں بلکہ عشق اور شغف ہے۔ پڑھتے بھی لطف سے ہیں اور سنتے بھی لطف سے ہیں، جمعہ کے دن ہر جامع مسجد میں یہ لازمی معمول ہے کہ خطبہ کی اذان سے قبل ایک گھنٹہ ایک مشہور مجوّد جو مسجد کے لئے معین طریقہ پر مقرر ہے قرأت کرتا ہے۔ ــــــــــ

ـــ وہی خطبہ کی اذان بھی دیتا ہے۔ ور وہی امام کے ساتھ نماز کی تکبیرات بھی پکارتا ہے، چنانچہ جامعہ ازہر کی جامع مسجد میں شیخ مصطفیٰ اسمٰعیل جامعہ شافعیہ میں شیخ عبدالباسط عبدالصمد اور جامعہ زینب میں دوسرے ایک مشہور مجوّد اس عمل کے پابند ہیں۔ اسی طرح تمام جوامع کا یہی دستور ہے۔ سماعِ قرآن کے لئے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ قبل مسجدیں بھر جاتی ہیں۔ قرآن کریم سے یہ عمومی شغف کسی دوسرے عربی ملک میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ حتیٰ کہ ایک سپاہی جو سڑک پر پہرہ دے رہا ہے، اُسے بھی ذرا فرصت ملتی ہے تو گلے میں سے ٹرانسسٹر نکال کر قرأت سننے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جامعہ ازہر میں ہر مدرّس کے انتخاب میں حافظ قرآن ہونے کی شرط رکھی گئی ہے، اور القرآن کا سنگ بنیاد ہی مستقلاً حفظِ قرآن کے لئے رکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حفاظ کی جو کثرت مصر میں دیکھنے میں آئی ہے وہ دوسرے عرب ممالک میں دیکھنے میں نہیں آئی۔

حفاظتِ قرآن

پھر نہ صرف تلاوتِ قرآن بلکہ حفاظتِ قرآن کے ساتھ بھی قوم میں ولولہ اور جوش پایا جاتا ہے۔ یہود بے بہبود نے اپنی روایتی تلبیس کاری اور عیاری سے افریقہ میں جو مصریوں کی تبلیغ کا سب سے بڑا مرکز ہے ایک قرآن شریف تحریف کر کے طبع کرایا اور پھیلا دیا جس میں سے کئی سورتیں خارج کر دیں، کتنی ہی آیتیں بدل دیں اور کتنے ہی مضحکہ خیز جملے اپنی طرف سے بڑھا دیئے تاکہ افریقہ میں اسلام کی پھیلتی ہوئی رَو رک جائے اور جو مسلمان ہوں وہ غلط اور مخالفِ اسلام عقائد و اعمال کے حامل اور داعی ہوں، تاکہ اسلام کی تعلیمات کو سُن کر قومیں ہنسیں اور اسلام کم از کم افریقہ میں غیر مقبول ہو جائے۔

یہ شرارت مصری حکومت کے علم میں آئی تو اس نے اسی دم لاکھوں پونڈ کا بجٹ منظور کر کے صحیح قرآن شریف چھپوایا اور اس کے سر ورق پر یہود کی اس شرارت کی اطلاع دیتے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کیا۔ اور نہ صرف یہ بلکہ افریقہ بھر میں اپنے آدمیوں کو بھیج کر مسلمانوں کے گھروں سے وہ غلط قرآن نکلوائے اور انہیں دریا برد کر کے یہ صحیح طبع شدہ قرآن گھر گھر مفت پہنچا دیا جس سے یہ عظیم فتنہ ختم ہوا اور قرآن کے بارے میں موعودہ حفاظتِ خداوندی کھل کر نمایاں ہو گئی۔ مصری حکومت کا یہ کارنامہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے بلکہ ایک مسلم ملک کے اقدامات میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

میرا یقین ہے کہ مصر اور مصری قوم کو اس قرآنی شغف ہی نے تیرا دکھا ہے جس سے یہ قوم اپنی بعض بنیادی کمزوریوں کے باوجود تھمی ہوئی ہے اور ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔

بہر حال مؤتمر کے اجلاس میں بطور بشارت یہ سنایا گیا کہ حکومت کا مذہب قرآن ہے۔ حکومت کی زبان لسانِ قرآن ہے۔ حکومت کا نصب العین اشاعتِ قرآن ہے اور اس کا منصوبہ حفاظتِ قرآن ہے، جس سے دنیا کے ممالک کے یہ مندوب علماء متاثر ہوئے اور ان کی ہمدردیاں پہلے سے زیادہ مصر کے ساتھ قائم ہو گئیں۔

بقیہ: عربوں کی امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز

انکار کیا کیونکہ دین اشتراکیوں کی نظر میں بیہودگی کے سوا کچھ نہیں پھر انہوں نے فرد کی انفرادیت کو بھی جھٹلایا کیونکہ کیمونسٹوں کے مذہب میں فرد کی نہ کوئی حقیقت ہے نہ اس کا کوئی وجود ہے، نہ اس کی کوئی حیثیت، جو کچھ اہمیت ہے وہ محض مملکت کی ہے۔

پھر ان اشتراکیوں نے آزادیٔ رائے اور آزادیٔ فکر و نظر اور آزادیٔ عمل کا بھی انکار کیا کیونکہ آزادی کو تسلیم کرنے کا مطلب ہے، فرد کی انفرادیت کو تسلیم کرنا جبکہ اشتراکیت میں فرد کی نہ کوئی شخصیت ہے نہ اس کی کوئی مرضی اور منشا۔

لیکن ہم لوگ خواہ مسلمان ہوں یا عیسائی جو اس کرۂ ارض میں بستے ہیں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر ہمارا ایمان ہے۔

اور ہمارا ایمان ہے کہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے اعمال کی جزا سزا مل کر رہے گی۔ اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگا۔

اور ہمارا ایمان ہے کہ ہر سوسائٹی میں ہر فرد کی اپنی ایک شخصیت ہے اپنی ذات کے اعتبار سے، اپنے اہل و عیال میں، اپنی قوم میں اور اپنے ملک میں اور پھر ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ عمل اور اکتساب معیشت کی آزادی ہر فرد کا بنیادی حق ہے۔ کیمونزم کے اور ہمارے درمیان سیاسی نقطۂ نگاہ سے بھی اور زندگی کے دیگر معاملات میں بھی ایک واضح فرق موجود ہے۔ اشتراکیت کا اپنا نظامِ زندگی ہے اور ہمارا اپنا ایک نظامِ حیات، اور ہم کبھی یہ گوارا نہیں کریں گے کہ اپنے نظریات و افکار کو اشتراکی فلسفہ کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیں۔

”جمال عبدالناصر کے جنازے کا آنکھوں دیکھا حال“

قاہرہ کی فضا ماتمیوں کے نالہ و شیون سے تھرا گئی

قاہرہ میں عالم اسلام کے نامور فرزند اور دنیائے عرب کے محبوب ترین رہنما جمال عبدالناصر کو آج پچاس لاکھ سے زائد عقیدت مندوں نے آہوں اور آنسوؤں کے ساتھ قاہرہ میں سپرد خاک کر دیا۔ مرحوم کی میت نماز جنازہ کے بعد ایک سادہ سفید چادر میں لپیٹ کر ہیلی کاپٹر کے ذریعہ قاہرہ کے وسط میں انقلابی کونسل کے پرانے ہیڈکوارٹرز کے قریب پہنچا دی گئی یہاں سے ان کی میت توپ گاڑی پر مسجد جمال عبدالناصر کی طرف روانہ ہوئی تو ہر طرف اشک بار انسانوں کا سمندر سا نظر آتا تھا۔ لوگ عقیدت و محبت کے مظاہرے کر رہے تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے جذبات کے سمندر میں طوفان برپا ہے۔ راستے میں ہجوم کی وجہ سے کئی مقامات پر جنازہ کو رکنا پڑا۔ آخر کار مسجد میں پہنچنے کے بعد میت کو کلام پاک کی تلاوت کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ قبر میں اتارا گیا اور پھر ان کی نعش مصر کی اس خاک کے نیچے چھپا دی گئی جسکی محبت میں انہوں نے پوری زندگی نثار کر دی تھی

سفر کے پہلے مرحلہ پر ایک خاص ہیلی کاپٹر قاہرہ کی فضا میں بلند ہوا اور خوبصورت مسجدوں کے اس شہر میں بلند و بالا میناروں پر گزرتے ہوئے قصر کے قبہ کے باغیچہ میں اترا چار ہیلی کاپٹر جو اس کی حفاظت کے لیے بھیجے گئے تھے اوپر فضا میں چکر لگاتے رہے جمال عبدالناصر کی میت کا تابوت ہیلی کاپٹر میں منتقل کر دیا گیا یہ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوا اور دوسرے چار ہیلی کاپٹروں کی حفاظت میں شہر کے وسط میں انقلابی کمان کونسل کے پرانے ہیڈکوارٹرز کے قریب اترا، اب ان کی میت قومی پرچم میں لپیٹ کر توپ گاڑی پر رکھ دی گئی جس میں چھ گھوڑے جتے ہوئے تھے اور اس گاڑی نے مسجد جمال عبدالناصر کی طرف اپنا سفر شروع کیا۔ یہ مسجد جس کا نام منشیۃ البکر تھا صدر ناصر نے بنوائی تھی۔ راستے میں لوگ اپنے محبوب رہنما کے سفر کے منظر کو اچھی طرح دیکھنے کے لیے جگہ جگہ درختوں پر ایسے خطرناک مقامات پر بیٹھے تھے، جیسے انہیں جان کی پروا نہ ہو۔ ایک آدمی جو ایک چھ منزلہ عمارت سے چمٹا ہوا تھا گر کر جاں بحق ہو گیا۔

جب صدر ناصر کا جنازہ ہلٹن ہوٹل کے سامنے سے گزرا تو فرطِ غم سے بے قابو لاکھوں افراد نے پولیس اور فوج کا گھیرا توڑ کر دریائے نیل کے آس پاس کی تمام سڑکیں روک دیں اس موقعہ پر ہجوم میں سے راستہ بنانے کے لیے چار بکتر بند گاڑیاں لائی گئیں لیکن وہ راستہ بنانے میں ناکام رہیں، بعد میں مزید تازہ دم فوج اور پولیس کے دستے بلائے گئے جنہوں نے بمشکل راستہ بنایا اور جب جلوس اس مقام سے آگے گزرا تو نیل کے کنارے پتھر کے بنے ہوئے چوڑے پشتے پر بیٹھے ہوئے لوگ ہجوم کے ریلے کی زد سے محفوظ نہ رہ سکے اور کئی لوگ دریا میں گر گئے تاہم حفاظتی پولیس کے دستوں نے انہیں کشتیوں کی مدد سے بچا لیا جب یہ گاڑی قصر النیل کے راستے پہ دریائے نیل کے پل پر سے گزری تو لوگوں نے خدا حافظ ناصر فی امان اللہ ناصر، جنت کے مسافر خدا حافظ کے نعرے لگائے۔

توپ گاڑی کے آگے آگے گھڑسوار اور ان کے پیچھے پیچھے بکتر بند گارڈ دل کے دستے تھے جو آہ و بکا کرنے والے مصریوں کے ہجوم میں سے راستہ بناتے جاتے تھے، توپ گاڑی کے ساتھ چالیس مصری جرنیل اور پانچ ہزار فوجی اور کیڈٹ تھے انقلابی کمان کونسل کے دفتر سے جلوس کی روانگی سے پہلے پچیس توپوں کی سلامی دی گئی اوپر فضا میں مگ طیارے پرواز کر رہے تھے جس طرف سے گاڑی گزرتی گئی لوگ تابوت کو چھونے کے لیے آگے بڑھتے اور کئی مقامات پہ لوگوں کی یلغار سے جلوس کا راستہ رک جاتا جب جلوس انقلابی کمان کونسل کے دفتر سے روانہ ہوا تو صدر ناصر کی بیوہ بیگم طاہیہ بے ہوش ہو گئیں چنانچہ وہ جنازہ کے جلوس میں شریک نہ ہو سکیں انہیں وہاں سے ہٹا کر دریا کے دوسرے کنارے عرب سوشلسٹ یونین کے دفتر کی عمارت میں پہنچا دیا گیا جب ان کے نامور خاوند کی میت اس راستے سے گزری تو بیگم طاہیہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی ان کی دو لڑکیوں منٰی اور ہدیٰ نے انہیں تھام رکھا تھا۔ بیگم طاہیہ نے بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ اپنے خاوند کی میت دیکھ کر رومال ہلا ہلا کر انہیں الوداع کہا ان کی زبان گنگ آنکھوں میں حزن و ملال کی جھلک اور لبوں پہ مہر سکوت طاری تھی۔

جنازہ کا جلوس تین گھنٹے میں پانچ میل کا راستہ طے کرنے کے بعد مسجد جمال عبدالناصر تک پہنچ گیا۔ فوجیوں کے ایک دستے نے تابوت کو توپ گاڑی سے اٹھایا اور اسے لا کر مسجد میں رکھ دیا ہجوم نے تابوت کو چھونے اور مرحوم کی آخری جھلک دیکھنے کی غرض سے مسجد میں گھسنے کی کوشش کی لیکن پولیس نے انہیں روک دیا

جنازے میں سترہ سربراہوں نے شرکت کی

ناصر مسجد میں مرحوم کی نماز جنازہ جامع الازہر کے شیخ محمد فہام نے پڑھائی بعد میں انہوں نے دعائے مغفرت کی پھر آسمان کی طرف دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کے خیال سے ان کی زبان سے بے ساختہ اللہ اکبر کے الفاظ نکلے اور اسلام کے عظیم فرزند کی ہمیشہ جدائی کے خیال سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اگرچہ صدر ناصر مرحوم کی میت کے آخری دیدار اور تابوت کو چھونے کی کوشش عقیدت مند سارا راستہ کرتے رہے تھے۔ جس کی وجہ سے

جنازہ کے جلوس کو کئی جگہ رکنا پڑا تھا لیکن جب میت مسجد ناصر میں پہنچا دی گئی تو اس وقت جس شدت سے لوگوں نے آخری مرتبہ مسجد میں داخل ہونے کی کوشش کی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا جیسے جذبات کا کوہ آتش فشاں پھوٹ پڑا ہو۔ لوگ تم کہاں جا رہے ہو ناصر، تم کہاں جا رہے ہو ناصر کہتے ہوئے مسجد کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتے رہے لیکن پولیس انہیں پیچھے دھکیل دیتی۔

عباسیہ کے چوک سے شاہراہ منشیتہ البکری تک پہنچنے کے لیے جلوس کو کم از کم آدھ گھنٹے تک رکنا پڑا جب راستہ صاف کیا گیا تو بھی جلوس بہت آہستہ آہستہ ہجوم میں سے گزرتا ہوا مسجد ناصر میں جا پہنچا۔ یہاں صدر ناصر کی میت توپ گاڑی سے اتار کر مسجد ناصر میں اس طرح رکھ دی گئی کہ میت کے چہرے کا رخ قبلہ کی طرف آ جائے اس موقعہ پر صدر کے خاندان کے ارکان اور سربراہان مملکت اور دوسرے ممتاز افراد نے جامعہ الازہر کے شیخ محمد الفحام کے پیچھے نماز جنازہ ادا کی۔

میت کے آخری دیدار کے لیے لوگ دیوانہ وار ٹوٹ پڑے تمام انتظامات درہم برہم سینکڑوں افراد غش کھا کر گر پڑے درجنوں کچلے گئے

ناصر مسجد میں میت پہنچنے کے بعد عوام نے بار بار اپنے رہنما کا آخری دیدار کرنے کے لیے مسجد میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن پولیس اور فوج نے انہیں قابو میں رکھنے کے لیے ہر بار انہیں پیچھے دھکیل دیا تاکہ ممتاز غیر ملکی اور ملکی لیڈروں کو جنازہ میں شرکت کا موقعہ مل سکے اس موقعہ پر پولیس اور عقیدت مندوں کی کشمکش کافی دیر تک جاری رہی جس سے درجنوں افراد کچلے گئے صدر ناصر کی میت کے آخری سفر کو اچھی طرح دیکھنے کے لیے لوگ بسوں ٹراموں اور ریلوں پر چڑھ گئے۔ لیکن پولیس نے انہیں ہٹا دیا ایک مقام پر ایک آدمی پولیس کا گھیرا توڑ کر میت کے آگے آگے خالی جگہ تک پہنچ گیا اور اپنی اس کامیابی پر فخر کے ساتھ سینہ تان کر چلنے لگا لیکن جلد ہی ایک سپاہی نے اسے وہاں سے ہٹا کر دوبارہ ہجوم میں پہنچا دیا۔

مسجد ناصر کے سامنے والے چوک میں پولیس اور فوج کے ہزاروں سپاہیوں نے ہجوم کو روکنے کے لیے خصوصی انتظامات کر رکھے تھے اس چوک میں عرب سوشلسٹ یونین کے ایگزیکٹو بورڈ کے ایک رکن شافعی نے ہجوم کو روکنے کی کوشش کی تو عوام برہم ہو گئے۔ کئی لوگوں نے ان کو پکڑ کر جھٹک دیا اور ان کی جیپ الٹ دی۔ شافعی ممتاز مصری لیڈر ہیں اور وہ صدر ناصر کے حامی فوجی افسروں کی اس جماعت میں شامل تھے اور صدر ناصر کے متوقع جانشینوں کی فہرست میں ان کا نام بھی آتا ہے پولیس نے انہیں ہجوم سے بمشکل نجات دلائی اور جب ہجوم نے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے رویہ کی وضاحت کریں تو انہوں نے کہا کہ میں بھی آپ کی طرح صدر ناصر کا مداح ہوں اور خراج عقیدت پیش کرنا چاہتا تھا۔

صدر ناصر کی میت کی تدفین کے موقع پر مصر کے عوام نے اپنے مرحوم رہنما کے ساتھ اپنی محبت اور عقیدت کے جو پرجوش مظاہرے کئے ہیں۔ وہ صدر ناصر کی ہر دلعزیزی کا ناقابل تردید ثبوت ہیں جلوس کے انتظام کے سلسلے میں جو پروگرام بنائے گئے تھے وہ سب کے سب دھرے رہ گئے لوگ دیوانہ وار مرحوم کی میت کے تابوت کو چھونے کے لیے بار بار پولیس اور فوج کا گھیرا توڑتے رہے بادشاہوں اور سربراہان مملکت کی جنازہ میں شرکت کے انتظامات پر بھی عمل نہ ہو سکا چنانچہ غیر ملکی مہمانوں کو جنازہ کے جلوس میں شریک کرنے کی بجائے انہیں سیدھا مسجد ناصر میں پہنچا دیا گیا۔

صدر ناصر کی وفات کے بعد پچھلے تین دن سے جو جذباتی ہیجان بڑھ رہا تھا آج اس نے ایک طوفان کی شکل اختیار کر لی لوہے کی ٹوپیاں پہنے ہوئے پولیس کے آدمیوں نے جب روتے اور آہ و زاری کرنے والے عقیدت مندوں کے ہجوم کو روکنے کی کوشش کی تو وہ خود جذبات کے طوفان میں بہہ گئے سینکڑوں آدمی قدم قدم پر ہجوم کے پاؤں تلے کچلے گئے عورتیں اور بچے دلخراش چیخوں اور آہ و فغاں کی آوازیں سن سن کر بے ہوش ہوتے جاتے تھے عوام کا ہجوم طوفانی لہروں کی طرح اس توپ گاڑی کے گرد گھوم رہا تھا جو جمال عبدالناصر کی میت اٹھائے ہوئے تھی ان لہروں کے راستے میں کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی تھی۔

جن راستوں سے میت گزر چکی تھی وہاں جنازہ کے راستہ کے دونوں طرف سڑکوں کے ارد گرد گھاس کی روشوں پر سسکیاں لینے اور خاموشی سے آنسو بہانے والے لوگ لیٹے ہوئے نظر آتے تھے۔ انہیں دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اب ان میں چلنے یا بولنے کی سکت بھی نہیں رہی، یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے کچھ دیر پہلے اپنے محبوب رہنما کے ساتھ اپنی محبت اور عقیدت کے ایسے مناظر پیش کئے تھے کہ تاریخ ان کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

کئی موقعوں پر فوجیوں کو تابوت سنبھالنے میں دشواری محسوس ہوئی۔ عقیدت مند توپ گاڑی تک تو طوفان کی طرح بڑھتے اور اپنی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والی ہر چیز کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتے لیکن توپ گاڑی تک پہنچنے کے بعد وہ اس کے گرد پروانہ وار چکر لگانا شروع کر دیتے۔

مصر کے صدر ناصر کے جنازہ کی تدفین کی رسوم میں سترہ ملکوں کے سربراہوں نے شرکت کی۔ ان میں اردن کے شاہ حسین ایتھوپیا کے ہیل سلاسی، الجزائر، شام، لیبیا ہنگری، سوڈان، موریطانیہ، وسطی افریقی جمہوریہ سومالیہ، قبرص، یمن اور جنوبی یمن کے صدروں کے علاوہ کویت، دوبئی، پولینڈ، عراق، گنی، زمبیا اور منگولیا کے صدر یا نائب صدر اور ۹ ملکوں کے وزیر اور وزرائے اعظم شریک ہوئے۔ ان ملکوں میں فرانس، روس، رومانیہ، ترکی، افغانستان، تونس، ایران لنکا اور کمبوڈیا شامل ہیں۔

کمبوڈیا کی طرف سے جلاوطن حکومت کے پرنس سہانوک نے شرکت کی ہے۔

پاکستان کی طرف سے وزیر محنت جناب عبدالمالک جنازہ میں شریک ہوئے۔

السید الحاج قاری جمال عبد الناصر کے انتقالِ پرملال پر شیخ الادب حضرت مولانا محمد عبد الواحد صاحب مقیم مدرس جامع دار العلوم عبیدیہ رحمانیہ قدیر آباد ملتان نے درج ذیل مرثیہ مصری سفارت خانے اور قاہرہ کے اخبار "الاہرام" کو روانہ کیا ہے اور یہی مرثیہ انہوں نے خدام الدین کو ارسال کیا ہے جو ہدیہ قارئین ہے۔ (ادارہ)

سکبنا دموعا خرقنا جیوبا — صببنا دماء شققنا قلوبا
ہم نے آنسو بہائے ... گریبان پھاڑے — خون گرائے ... دل چیر ڈالے

فقد راح حافظ جمال عبدُ النّاصر — إلی ربّہٖ مستجیباً منیبا
اس لیے کہ حافظ جمال عبد الناصر — رب کی دعوت قبول کرتے ہوئے رب کو ملے

فلاقاہ فی لیلۃ کان فیہا — لقاء حبیب الانام الحبیبا
پس وہ اپنے رب کو اس رات جا ملے — جس رات محبوب خدا نے خدا سے ملاقات کی

بوصل ظفرنا بغنم عظیم — بہجر نقاسی کروبا ضروبا
مرحوم ناصر کی موجودگی میں ہم نے بڑے منافع اٹھائے — اور آج اس کی جدائی میں سینکڑوں دکھ جھیل رہے ہیں

فما کان للکفر الّا بغیضا — وما کانَ للسّلم الّا حبیبا
سو وہ کفر سے انتہائی نفرت رکھتے تھے — اور انہیں صرف اسلام سے محبت تھی

وَللحبّ اضحیٰ طبیباً لبیبا — وللیاء امسیٰ خطوبا شجوبا
مرحوم، دوستوں کے لیے، غم خوار چارہ کار تھے — لیکن اس کے برعکس یہودیوں کے لیے پیغام اجل تھے

وَفی ربّہٖ جاھد الظلم حتیٰ — اتانا لکل کئیب مجیبا
مرحوم نے اللہ کے لیے استبداد کے خلاف جہاد کیا — یہاں تک کہ وہ ہر دردمند کے لیے غم خوار تھے

ومن شخصہٖ کان شرف المعالی — فصارۃ عداہ مستان تذوبا
مرحوم وہ شخصیت تھے جن کے وجود پر بلندیاں فخر کرتی تھیں — اور دشمن حسد کی وجہ سے پگھلے جا رہے ہیں

ولو غاب عنا جمال عظیم — فعن قلبنا ناصر لن یّغیبا
اگرچہ عظیم رہنما جمال عبد الناصر ہم سے چلے گئے ہیں — لیکن ہمارے دل میں ہمیشہ باقی رہیں گے!

لفی مسجد جسمہ لا یزال — وفی جنّۃ روحہٗ لن یّشیبا
یقیناً مرحوم کا جسم ہمیشہ مسجد میں رہے گا — اور اس کی روح کبھی جنت میں بوسیدہ اور بوڑھی نہیں ہوگی

دورۂ تفسیر

۱۵ر شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ سے شروع ہو رہا ہے۔

قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں اس سال بھی علماءِ کرام کا دورۂ تفسیر "انجمن خدام الدین" کے زیرِ اہتمام ۱۵ر شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ سے شروع ہوگا۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر ربطِ آیات کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر پڑھائیں گے۔ قلم، دوات اور کاغذ کا انتظام انجمن خدام الدین کی طرف سے ہوگا۔ کامیاب حضرات کو سید العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مفکرِ اسلام قائدِ انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، محدثِ اعظم علامۂ زماں سید الاتقیاء حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، قطبِ زماں مفسرِ کبیر ولیِ بے نظیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کی دستخط شدہ اسناد دی جائیں گی۔ حسبِ دستور فرقِ باطلہ کی تردید بھی پڑھائی جائے گی۔

نوٹ: شریک ہونے والے علماءِ کرام موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

بقیہ: جمال عبدالناصر

کمیونسٹ پارٹی بہائی اور قادیانی جماعت کو خلاف قانون قرار دے رکھا ہے۔ جن جماعتوں کا وجود ہی ناپید ہو، وہاں اس کے افراد کے لئے پذیرائی کا سوال ہی عبث ہے۔ البتہ یہ افسوسناک پہلو صرف شاہ فیصل کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد ضرور سامنے آیا ہے کہ ۱۹۶۷ء میں حج کے بہانے ختمِ نبوت کے منکر، جہاد اور وحدتِ مرکزیتِ اسلام کے مخالف مشہور مرزائی سر ظفر اللہ خاں اور اس کے چند حواری کسی خاص مشن کی تکمیل کے لئے ارضِ مقدس میں داخل ہو گئے اور اسلام کے صریح احکام اور قادیانیوں کے متعلق اپنے سابقہ فیصلوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حکومت سعودیہ نے نہ صرف یہ کہ ان مرزائیوں کو حرم پاک اور بیت اللہ میں داخل ہونے کی اجازت دی بلکہ چوہدری ظفر اللہ خاں کو شاہی مہمانِ خصوصی کی حیثیت میں رکھا اور منیٰ میں عالمِ اسلام کے جلیل القدر مسلم زعماء کے اعزاز میں دی گئی شاہی ضیافت میں چوہدری صاحب کو بھی مدعو کیا گیا۔

یہ تو خدا بھلا کرے پاکستان کے باغیرت اور باحمیت مسلم نوجوانوں کا جنہوں نے بر وقت زبردست احتجاج کر کے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ چوہدری ظفر اللہ اس شاہی دعوت میں بحیثیت مسلم رہنما خطاب کرنے کی جسارت نہ کر سکا اور حکومتِ سعودیہ نے زبردست ہنگامے اور گڑبڑ سے بچنے کے لئے اسے سرکاری حفاظت میں لے کر محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔

دارالعلوم اسلامیہ اشاعت القرآن ڈگری شہر کا پندرھواں سالانہ

جلسہ

بتاریخ ۹ر ۱۰ر ۱۱ر اکتوبر بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ہو رہا ہے جس میں ۹ر اکتوبر کو مولانا لال حسین صاحب اختر، قاری نور الحق صاحب، ۱۰ر اکتوبر کو مولانا عبدالقادر صاحب آزاد، علامہ خالد محمود صاحب، مولانا محمد علی صاحب۔ اور جناب امین گیلانی، حافظ محمد شریف نعت خواں۔ مولانا عبدالرحمن جامی مولانا امیر الدین، ۱۱ر اکتوبر کو قاری محمد حنیف صاحب، مولانا اشرف ہمدانی تقاریر فرمائیں گے۔

(حافظ محمد شفیع مہتمم دارالعلوم ہذا)

بقیہ: اداریہ

فخر سے یہ کہتا تھا:

کلنا جمال ——— ہم سب جمال عبدالناصر ہیں۔

اور ہمیں یقین ہے کہ جمال عبدالناصر جس کشتی کو گردابِ بلا سے نکال کر ساحلِ مراد کے قریب لے آئے تھے ان کے اس مشن کی تکمیل کے لئے اور اس کشتیٔ مراد کو ساحلِ فتح و ظفر تک پہنچانے کے لئے عربوں کا ہر فرد بلکہ یوں کہیے کہ عالمِ اسلام کا ہر فرد جمال عبدالناصر ثابت ہوگا۔ اور یوں عرب اپنا سفر صدر جمال عبدالناصر کی قیادت کی روشنی میں نہ صرف جاری رکھیں گے بلکہ اس میں اور زیادہ سرگرمی اور جوش و جذبہ کا مظاہرہ کریں گے۔

آخر میں ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور عالمِ اسلام کو اس عظیم سانحہ کی برداشت کی توفیق ارزانی فرمائے۔

اللّٰھم اغفر لہ فارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نُزُلَہ وَوَسِّعْ مَدخلَہٗ وبرد مضجعہ ونوّر مرقدہٗ وطیب ثراہ واجعل الجنۃ مثواہ — برحمتک یا ارحم الراحمین۔

متحدہ عرب جمہوریہ کے سابق صدر جناب جمال عبدالناصر کے متعلق مزید معلومات اور تفصیلی مضامین اگلے پرچہ میں بھی ملاحظہ فرمائیں (منظور سعید احمد مینجر)

علمائے دین کے بچوں اور دینی مدارس کے طلبہ کیلئے

وظائف

محکمہ اوقاف مغربی پاکستان نے گذشتہ سال دو سو انہتر (۲۶۹) طلباء اور طالبات کو تقریباً چالیس ہزار روپے کے تعلیمی وظائف دیے تھے حالیہ سال پر محکمۂ اوقاف پنجاب نے پچاس ہزار روپے وظائف کے لئے مختص کئے ہیں جس سے صوبۂ پنجاب کے دینی مدارس میں دورۂ حدیث اور درسِ نظامی میں تعلیم پانے والے باقاعدہ طلباء کو اور علماء کے ان بچوں کو وظائف دیے جائیں گے جو صوبہ کے کسی منظور شدہ سکول، کالج یا یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم ہوں اور جن کی تعلیمی حالت تسلی بخش ہو۔

صوبہ پنجاب میں مستقل سکونت رکھنے والے حضرات اس منصوبے کے متعلق شرائط نامہ اور درخواست کے فارم دس پیسے کے ڈاک کے ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔ درخواست دینے کی آخری تاریخ ۲ر نومبر ۱۹۷۰ء ہے۔ البتہ دینی مدارس میں داخلہ لینے والے نئے طلباء ماہ شوال ۱۳۹۰ھ میں بھی درخواستیں دے سکتے ہیں اس کے بعد کوئی درخواست قبول نہیں کی جائے گی۔

ڈائریکٹر معاشرتی سروے شعبہ تعلیم و مطبوعات اوقاف پنجاب۔ شاہ چراغ چیمبرز شارع قائداعظم لاہور

بچوں کے لئے
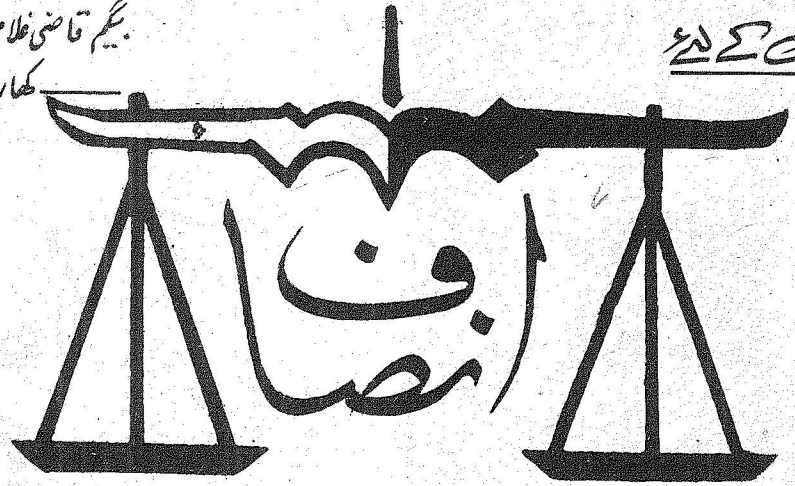
بیگم قاضی غلام سرور عزیزیہ — کھاریاں

کہتے ہیں کسی ملک میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ جس کا نام مراد تھا جو سلطان مراد کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے دل میں مسجد تعمیر کرنے کی خواہش تھی۔ چنانچہ اس نے ایک مسجد بنوائی۔ جب وہ مکمل ہو گئی تو سلطان اُسے دیکھنے گیا جو بادشاہ کو ناپسند ہوئی اور معمار کے ہاتھ کٹوا دیے۔ معمار نے قاضی جی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ قاضی بہت منصف تھا اس نے سلطان کو عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا — سلطان، قاضی جی کی عدالت میں حاضر ہوا تو قاضی جی نے دریافت کیا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ بادشاہ نے کہا سلطان مراد — قاضی صاحب نے کہا کہ نہیں اب تم سلطان نہیں فقط مراد ہو کیونکہ تم ایک مجرم کی حیثیت سے عدالت میں کھڑے ہو۔ سلطان مراد نے اپنا جرم تسلیم کرتے ہوئے سر جھکا لیا۔ قاضی جی نے مجرم اور مدعی کے بیان سُننے اور سلطان کے ہاتھ کاٹنے کا حکم سنا دیا۔ جب عدالت کے جلاد' سلطان کے ہاتھ کاٹنے کو لے چلے تو مدعی نے اپنا مقدمہ واپس لیتے ہوئے عدالت کے سامنے سلطان کی معافی کی درخواست کی جسے سن کر قاضی جی نے سلطان کی غلطی کو معاف کر دیا۔

بچو! انصاف کا دنیا میں بہت بلند مقام ہے۔ خداوند کریم کا ارشاد ہے۔

"انصاف کا دامن کبھی نہ چھوڑو۔ جو دنیا میں انصاف کرے گا میں اس سے دگنا انصاف کروں گا۔"

بے انصافی سے لاکھوں برائیاں جنم لیتی ہیں۔ مثلاً جھوٹ، چوری، دغا، فریب، رشوت اور سب سے بڑھ کر بداخلاقی۔ کیونکہ اخلاق سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ اخلاق ہی نے دنیا کو عالم اسلام سے روشناس کرایا۔

بچو! زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولو، حق بات کہو۔ بُرے کام سے روکو۔ ہر ایک سے انصاف کرو۔ کسی کا حق نہ کھاؤ۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی۔ اور فرمانبرداری کرو اپنے والدین کی۔ اور ادب کرو بزرگوں کا اور پیار کرو چھوٹوں سے، خداوند کریم تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔ آمین ثم آمین

ارشادات

•

شاہنواز محمد شان، مصری شاہ، لاہور

•

○ غریبوں کے ساتھ دوستی رکھ اور امیروں کی مجلس سے حذر۔

○ سادگی ایمان کی علامت ہے۔

○ آپس میں سلام کا عام رواج کرو اس طرح محبت بڑھے گی۔

○ ایمان کے دو حصے ہیں نصف صبر اور نصف شکر۔

○ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور خوش خلقی تمہیں جنت میں لے جائے گی۔

○ اللہ تعالیٰ بدگو اور بدزبان کو بہت بُرا سمجھتا ہے۔

○ مظلوم کی دعا سے ڈرو، کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔

○ تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا، دیکھو تم ایسا نہ کرنا۔

○ جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکالا جائے گا۔

○ باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لئے اس سے بڑھ کر نہیں کہ وہ اس کی اچھی تعلیم و تربیت کرے۔

○ میری کمر دو آدمیوں نے توڑ دی ایک جاہل عابد و زاہد نے اور دوسرے دین کی ہتک کرنے والے عالم نے۔

○ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پہ پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمارپرسی کرنا۔ (۳) جنازے کے ساتھ جانا (۴) بلاوے کو قبول کرنا اور (۵) چھینک کا جواب دینا۔

○ جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ لوگ اس کے لئے تعظیماً کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں سمجھ رکھے۔

○ سوار، پیدل کو، چلنے والا بیٹھنے والے کو، تھوڑے بہتوں کو سلام کریں۔

○ مجھے سورۂ ہُود نے بوڑھا کر دیا۔ کیونکہ اس میں صراط مستقیم پر چلنے کا حکم ہے جو کہ بال سے باریک تر اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

○ اپنے آپ کو تمنا سے بچا کہ وہ بیوقوفوں کی وادی ہے۔

○ جو شخص چاہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو صلہ رحمی کرے۔

○ نیکی کا کوئی کام بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ خندہ پیشانی سے اپنے بھائی کی ملاقات ہو۔

○ تم میں سے بھلا آدمی وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔

○ بندہ جب گناہ کا اعتراف کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

★

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

قرآن عزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیدہ زیب — نیا حاشیہ — رنگین

عکسی طباعت سے مزین

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تین سال کی محنت شاقہ اور زر کثیر کی لاگت سے بعد شائع ہو گیا

ہدیہ

مجلد قسم اول	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	مکینیکل گلیز کاغذ
	۱۲ روپے	۹ روپے

محصول ڈاک ۲ روپے فی نسخہ زائد ہوگا۔ فرمائش کے ساتھ کل قیمت پیشگی آنا ضروری ہے۔ وی، پی نہ بھیجا جائے گا۔ تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں،

دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ	..	۱۱
" " ششماہی	..	۶
" " "	..	۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ	..	۴۲
" " بحری جہاز	..	۱۵
" ہوائی ڈاک ششماہی	..	۲۱
" بحری	..	۱۱
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	
" بحری	۸۰	
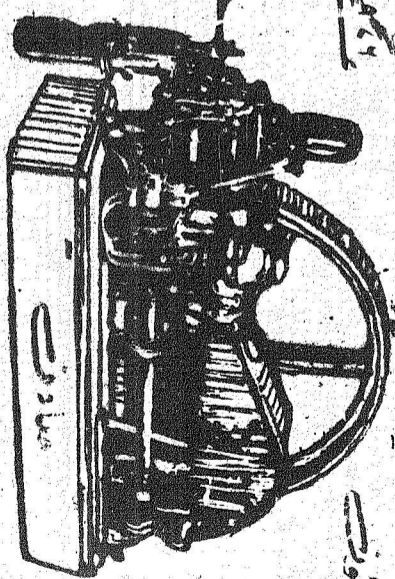
فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔

منظور شدہ محکمۂ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ تین مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C-3 ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹ ۶۰-۲-۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۶ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲ GM/۴۰-۵۲۱۰ مورخہ ۱۳ ۱۹۶۷ء